کالی داس
مالویکا اگنی متر
مترجمہ
عرفان صدیقی
اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ
اتر پردیش اردو اکادمی
उत्तर प्रदेश उर्दू अकादमी

سلسلۂ مطبوعات: ۹۰
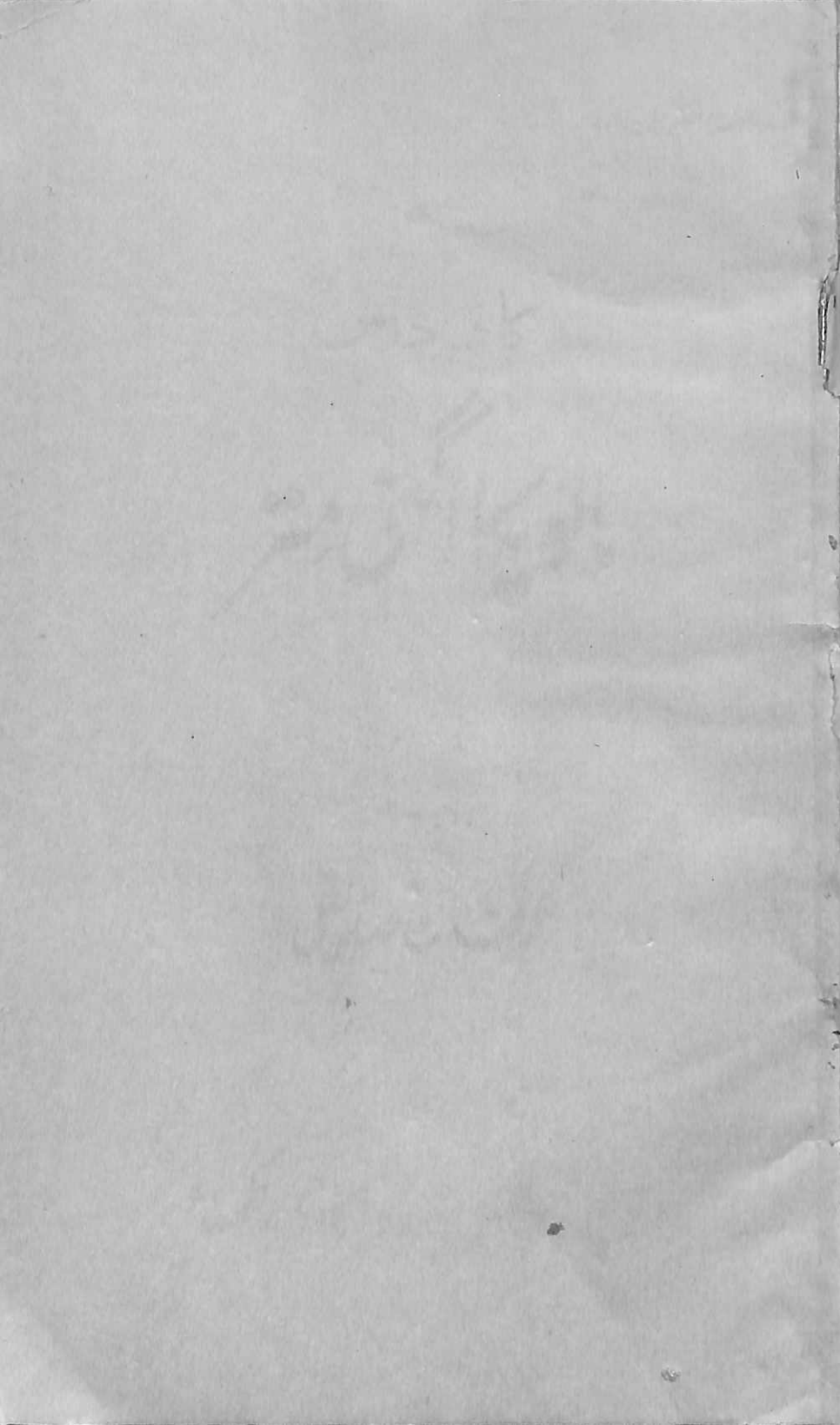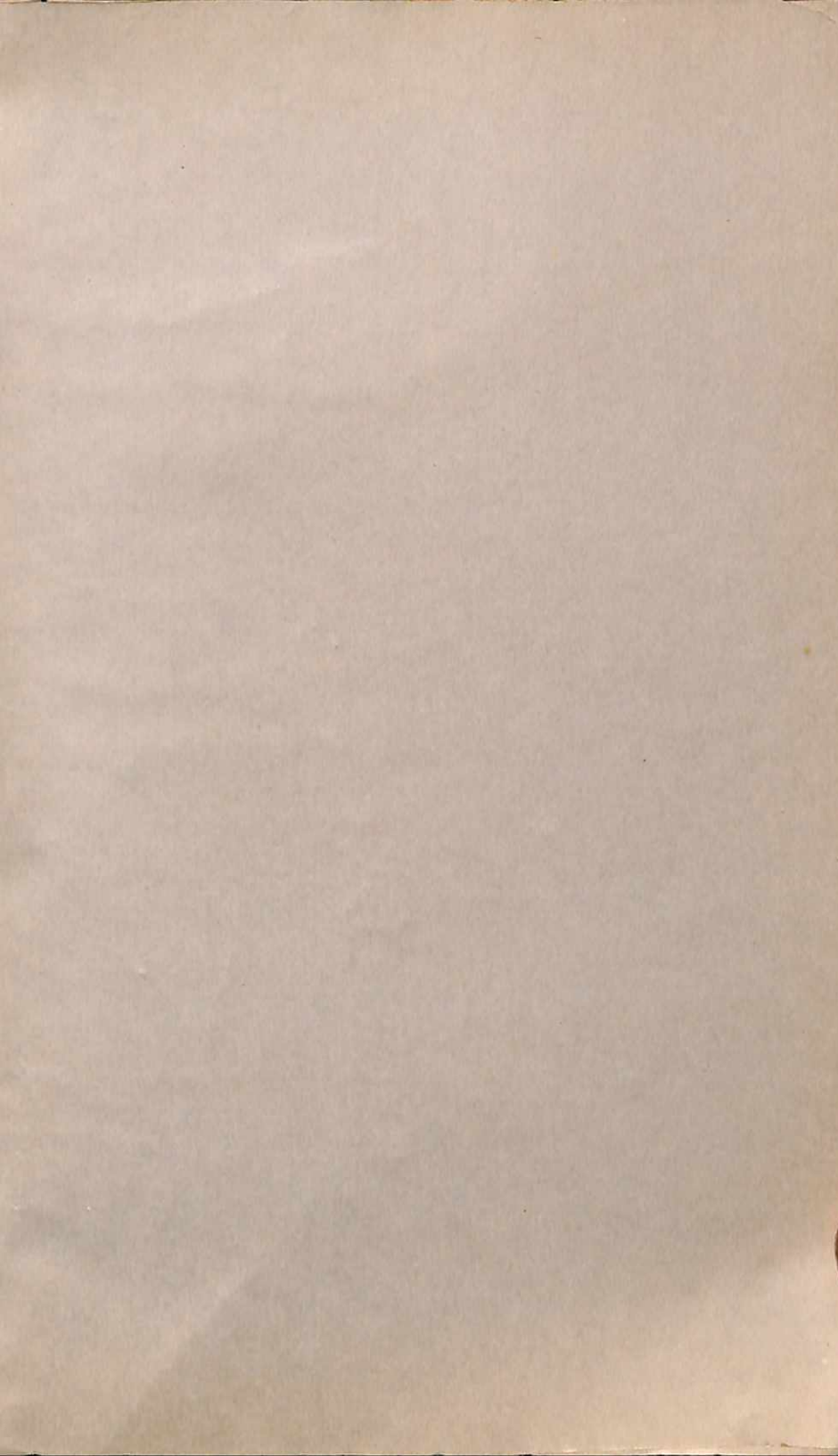
کالی داس

مالویکا اگنی مِتر

ترجمہ

عرفان صدّیقی

اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ

مالویکا اگنی متر۔ کالی داس

ترجمہ: عرفان صدیقی

پہلا اڈیشن ۱۹۸۳ء
تعداد ۱۰۰۰
قیمت ۳/۶۰ روپے

عزیز الجبار خاں، سکریٹری اتر پردیش اردو اکادمی نے بیسرس نامی پریس، لکھنؤ سے چھپوا کر قیصر باغ، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱ سے شائع کی۔

پیش لفظ

عالمی ادبیات کی تاریخ میں کالی داس کا جو مرتبہ ہے، اس سے ہر ذی علم واقف ہے۔ انھوں نے اپنے اکتسابات سے صرف سنسکرت کا نہیں بلکہ ہندوستان کا نام اتنا بلند کر دیا ہے کہ جب شعر اور ڈرامے کے سیاق و سباق میں دنیا کے چند فنکاروں کا ذکر کیا جاتا ہے، تو اس میں لازمی طور پر کالی داس کا نام بھی آتا ہے۔

اردو میں سنسکرت کی بلند پایہ تخلیقات کے ترجمے کا کام قابل لحاظ تعداد میں ہوا ہے۔ کالی داس کی شکنتلا کے کئی ترجمے ہو چکے ہیں۔ اب ان کے ایک اور مشہور شاہکار "مالویکا اگنی متر" کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

عرفان صدیقی صاحب ترجمے کے فن کے ماہر ہیں۔ وہ اس سے قبل بھی بعض اچھے ترجمے پیش کر کے اہل فن سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ "مالویکا اگنی متر" میں ان کا فن نقطۂ عروج تک پہنچ گیا ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ نہیں بلکہ اردو کی کوئی طبع زاد تخلیق ہے۔

اتر پردیش اردو اکادمی نے سنسکرت اور دوسری زبانوں کی ادبیات کے اردو ترجمے کے لیے ایک جامع منصوبہ مرتب کیا ہے۔ عرفان صدیقی کا یہ ترجمہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے کہ اکادمی کی دوسری مطبوعات کی طرح اسے بھی حسنِ قبول ملے گا۔

محمود الٰہی
چیرمین مجلس انتظامیہ

اتر پردیش اردو اکادمی
قیصر باغ۔ لکھنؤ
۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء

کالی داس کا پہلا ڈراما

کالی داس کا نام سنسکرت ادب ہی نہیں، عالمی ادب کی تاریخ کے اہم ترین ناموں میں سے ہے۔ شاعر اور ناٹک کار کی حیثیت سے اُن کی حیرت انگیز تخلیقی صلاحیت اور کمال ہنر لازوال مسرت اور بصیرت کا وسیلہ ہے۔ سنسکرت ادب میں کاویہ یعنی شعر کو دو زمروں میں بانٹا گیا ہے۔ درشیہ (بصری) اور شرویہ (سمعی)۔ کالی داس کی شرویہ کاویہ کی تخلیقات میں میگھ دوت، کمار سمبھو، رگھو ونش اور رِتُ سمہار اور درشیہ کاویہ میں شکنتلا، وکرم اُروشی اور مالویکا اگنی متر شامل ہیں۔ مالویکا اگنی متر اُن کا پہلا درشیہ کاویہ یا ناٹک ہے اور اس میں اُن کی فنکارانہ صلاحیت کے وہ آثار ملتے ہیں جو ابھگیان شاکنتلم یا شکنتلا میں درجۂ کمال کو پہنچے۔

کالی داس کے اس پہلے ڈرامے کی تخلیق سے پہلے سنسکرت ادب میں بھاس، سَومِل، کوی پُتر وغیرہ اعلا درجے کے ناٹک کاروں کی حیثیت سے بہت شہرت پا چکے تھے، پھر بھی کالی داس نے اپنا پہلا ناٹک پوری خود اعتمادی کے ساتھ پیش کیا۔ ناٹک کا جو تعارف خود انھوں نے کرایا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے خیال میں اُن کے پیش رو کویوں کے ناٹکوں میں جو چیزیں نہیں ملتیں وہ ناظرین کو مالویکا اگنی متر میں مل سکتی ہیں۔ اُن کے اس خیال کو اُس شے سے کوئی علاقہ نہیں جسے ہم شاعرانہ تعلّی کی اصطلاح سے پہچانتے ہیں۔ یہ احساس ایک سچے فن کار کو اپنے فن، اپنی ریاضت پر اعتماد کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ کہتے ہیں:

پُرانڑ مِتّیوَ نہ سادھُ سَروَم
نہ چاپِ کاویَم نوَ مِتّیہ وَدّیَم

(مالویکا اگنی متر۔ ۱:۲)

(کوئی کاویہ پُرانا ہونے کے سبب (ہی) قابلِ قبول نہیں ہو سکتا اور نیا ہونے کی وجہ

سے (رہی) مسترد کرنے کے لائق بھی نہیں ہو سکتا)۔

کالی داس نے اس ناٹک کے لیے ایسا ہیرو منتخب کیا ہے جو اُن کے ہم عصر راجاؤں میں سے تھا۔ اگنی متر شُنگ خاندان کے ایک راجہ تھے۔ کئی بیویوں کے شوہر اور طبعاً حسن پرست۔ محبوب کے حصول کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا ان کی فطرت کا خاصہ تھا۔ کالی داس کو بخوبی یہ بات معلوم تھی کہ اُن کے اس ہیرو میں مہابھارت اور رامائن کے سے مثالی راج رشی ہیرو والے اعلا اوصاف نہیں تھے۔ تاہم اگنی متر کو ایک ہیرو کے عام اوصاف کا حامل ضرور قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہ جرأت مند اور مستقل مزاج تھے، علم و فن کے قدرداں تھے اور مالویکا سے محبت کرنے کے باوجود انھوں نے اپنی بیاہتا رانیوں سے کوئی بے رُخی نہیں برتی۔ مالویکا کے ساتھ اگنی متر کی تنہائی میں ملاقات کا مقصد بھی مالویکا کو یادوں کی اذیت سے نجات دلانا ہی تھا۔ ناٹک میں اس صورتِ حال کی تصویر کشی کالی داس نے فنکارانہ حسن کے ساتھ کی ہے۔ ناٹک کے اختتام میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مالویکا کے شاہی پس منظر کا علم ہونے پر دیوی دھارنی یعنی مہارانی ہی کے ذریعے مالویکا کو دیوی کا منصب عطا کیا گیا ہے۔ اسی طرح بھگوتی، اراوتی، سنگیت آچاریوں، ودوشک اور دوسرے افراد کی کردار نگاری بہت مہارت کے ساتھ کی گئی ہے۔ مختصر یہ کہ مالویکا اگنی متر میں کالی داس نے ستو (نورانی)، رَجَ (نفسانی)، اور تم (حیوانی) تینوں اوصاف فطرت سے وابستہ متعدد رسوں کی تخلیق کامیابی سے کی ہے۔

مالویکا اگنی متر کے اس اردو ترجمے میں اصل ناٹک کی روح اور شکل کو حتی الامکان برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ناٹک کے منظوم حصّوں کا ترجمہ بھی بیشتر منظوم ہی رکھا گیا ہے۔ مترجم، ترجمے کی حدود میں، ایک حسین فن پارے کے مطالعے کی مسرّت میں دوسروں کو بھی شریک کرنے کا خواہش مند ہے اور یہی خواہش اُس کی اس کوشش کا جواز ہے۔

لکھنؤ
۱۰ دسمبر ۶۸۲

عرفان صدّیقی

ناٹک کے کردار

مہاراج : ودشا کے مہاراج اگنی متر

دھارِنی : ودشا کی مہارانی

کوشکی بھگوتی : ایک سنیاسنی۔ مہارانی کی مُشیر خاص

ودوشک : مہاراج کا خاص دوست اور مشیر

مالویکا : مہارانی کی ایک کنیز۔ مہاراج کی محبوبہ۔ دراصل ایک راجکماری

بکُلاوَلِکا : مالویکا کی خاص سہیلی اور خیر خواہ

اِراوَتی : ودشا کے رن واسے کی ایک رانی

نیپونِکا : اراوتی کی خاص خادمہ

کنچکی : مہاراج کا ایک خادمِ خاص

جے سینا : ایک خواص

ان کے علاوہ منتری، مشیر، خدام، کنیزیں، خواصیں وغیرہ

پہلا باب

اپنے بھگتوں کو دل پسند ثمرہ عطا کرنے والے بے مثال خزانہ رکھتے ہوئے بھی جو صرف ہاتھی کی کھال اوڑھ کر ہی اپنا کام چلا لیتے ہیں اپنے نصف جسم میں اپنی بیوی کو بٹھلائے رہنے پر بھی جو دنیاوی لذتوں سے اپنا دل ہٹائے رہتے ہیں اندا اپنی آٹھ شکلوں سے دنیا کی پرورش کرتے ہوئے بھی جو غرور کو نزدیک نہیں آنے دیتے، وہ دنیا کے مالک مہادیو جی، گناہ کی طرف لے جانے والی ہماری عقل کو ایسا مٹا دیں کہ ہمارا دل صرف نیک اعمال ہی میں لگے۔

(ناندی ہونے کے بعد)

پیشکار: اب دیر نہیں کرنی چاہیئے (اسٹیج کی طرف دیکھ کر) ارے بھائی مارش ادھر تو آؤ۔

ساتھی: (آکر) لیجیے، حاضر ہوں جناب۔

پیشکار: دیکھو، علمار کی مجلس سے یہ فرمائش آئی ہے کہ اس آمد بہار (بسنت) کے جشن پر کالی داس کا لکھا ہوا، مالویکا اگنی متر، نامی ڈرامہ ہی کھیلا جائے اس لیے ذرا چل کر سنگیت تو چھیڑ دو۔

ساتھی: آپ یہ ڈرامہ کیوں کھیل رہے ہیں؟ بھاس، سومِلک اور کوی پتر جیسے نامی گرامی شاعروں کے ناٹک چھوڑ کر آپ اس نئے شاعر کالی داس کے ناٹک کو اتنی وقعت کیوں دے رہے ہیں؟

پیشکار: ارے، یہ بات تو تم نے اپنی عقل کو چھٹی دے کر کہی ہے۔ دیکھو

اچھی ہوتی نہیں ہر چیز قدامت کے سبب
اور نئی ہونے سے ہر شے نہیں ہوتی ہے خراب
جو کچھ اچھا ہے پرکھ لیتے ہیں دانا اس کو
اوروں کی بات میں آجاتے ہیں نادان شتاب

سانتھی: تو پھر جیسا آپ مناسب سمجھیں۔

پیشکار: اب تم دیر نہ کرو۔ مجلس نے مجھے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل میں اسی احترام کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں جس احترام اور عقیدت سے اپنی مالکہ مہارانی دھارنی کے حکم کی تعمیل کرنے کے لیے یہ فرماں بردار کنیز اس طرف چلی آرہی ہے۔

(دونوں چلے جاتے ہیں)

تمہید

(بکلاولکا آتی ہے)

بکلا: مہارانی دھارنی نے مجھے حکم دیا ہے کہ جا کر ناٹیہ اچاریہ آریہ گن داس سے پوچھو کہ مالویکا نے بہت دنوں سے چھلک نامی جو ناٹک سیکھنا شروع کیا تھا اسے وہ کہاں تک سیکھ پائی ہے۔ تو چلوں سنگیت گھر کو۔ (گھومتی ہے)

(ہاتھ میں ایک انگوٹھی لیے اور اسے دیکھتی ہوئی کُمدنی آتی ہے)

بکلا: (کُمُدنی کو دیکھ کر) کیوں کمدنی۔ ایسی بھی کیا بات ہے کہ تم پاس سے گزری چلی جارہی ہو اور ادھر دیکھتی بھی نہیں؟

کمدنی: ارے، تم ہو بکلا سکھی، ابھی سُنار کے یہاں سے مہارانی کی یہ ناگ مدرا جڑی ہوئی انگوٹھی لائی ہوں اسی کو دیکھ رہی تھی کہ تم نے جھٹ طعنہ دے دیا۔

بکلا: (دیکھتے ہوئے) سچ مچ بڑی حسین چیز پر تمھاری آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ اس

انگوٹھی سے جو زعفرانی شعاعیں سی نکل رہی ہیں ان سے تمہاری ہتھیلی پھول کی طرح دمک رہی ہے۔

کمدنی: کیوں سکھی، تم جا کدھر رہی تھیں؟

بکلا: میں بھی مہارانی کے ارشاد پر اچاریہ گن داس سے یہ پوچھنے جا رہی تھی کہ مالویکا کی تربیت کیسی چل رہی ہے؟

کمدنی: سکھی، اتنی روک ٹوک کے باوجود مہاراج نے اسے دیکھ کیسے لیا؟

بکلا: ارے، وہ تصویر میں مہارانی کے پاس بیٹھی ہوئی ہے نا، سو مہاراج نے اُسے دیکھ لیا۔

کمدنی: کیسے؟

بکلا: سنو، مہارانی جی جس وقت نگار خانے میں پہنچ کر مصور کی بنائی ہوئی گیلی تصویریں دیکھ رہی تھیں، اسی وقت مہاراج بھی وہاں پہنچ گئے۔

کمدنی: تب، تب کیا ہوا؟

بکلا: کورنش بندگی کے بعد مہاراج بھی مہارانی کے ساتھ ایک ہی مسند پر بیٹھ گئے۔ تب تصویر میں مہارانی کی کنیزوں میں کھڑی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر مہاراج نے پوچھا۔

کمدنی: ہاں، ہاں، کیا پوچھا؟

بکلا: کہ تصویر میں دیوی کے پاس یہ خوبصورت لڑکی کون ہے؟

کمدنی: حسین چہروں کی طرف سب کا دل کھنچتا ہے۔ ہاں، تو پھر کیا ہوا؟

بکلا: دیوی کو خاموش دیکھ کر مہاراج کا ماتھا ٹھنکا اور انھوں نے اپنا سوال دُہرایا۔ اس بیچ کماری وسولکشمی بول اٹھی۔ حضور، یہ مالویکا ہے۔

کمدنی: (مسکراتے ہوئے) بچی ہی جو ٹھہری۔ خیر، تو پھر کیا ہوا؟

بکلا: اور ہوگا کیا؟ اب مالویکا پر کڑا پہرا ہے کہ اسے مہاراج کے سامنے جانے نہیں دیا جاتا۔

کمدنی: اچھا سکھی جاؤ تم بھی اپنا کام کرو اور میں بھی جا کر مہارانی کو یہ انگوٹھی

دے آتی ہوں۔ (چلی جاتی ہے)
بکلا: (گھوم کر دیکھتے ہوئے) ناٹیہ آچاریہ جی تو سنگیت گھر سے نکل کر ادھر ہی چلے آ رہے ہیں۔ چلوں ان سے مل لوں (گھومتی ہے)
گن داس: (آکر) یوں تو سبھی اپنے اپنے یہاں کے علم کو سب سے اچھا سمجھتے ہیں لیکن ہم لوگ جو اپنے فن رقص پر اتنا ناز کرتے ہیں وہ بلا وجہ نہیں ہے کیونکہ عارفوں کا کہنا ہے کہ یہ ناٹیہ تو دیوتاؤں کی آنکھوں کو بھی اچھا لگنے والا مقدس عمل ہے۔ خود مہادیو جی نے اوما سے شادی کر کے اپنے جسم میں اس کے دو حصے کر دیے ہیں ایک تانڈو رقص اور دوسرا لاسیہ رقص۔ اس میں نوری، خاکی اور ناری تینوں اوصاف نظر آتے ہیں اور مختلف رسوں میں لوگوں کے کردار بھی دکھائی دیتے ہیں! اسی لیے الگ الگ مزاج والے لوگوں کے لیے شاید ناٹک ہی ایک ایسی تقریب ہے جس میں سب کو یکساں لطف ملتا ہے۔
بکلا: (آگے بڑھ کر) بندگی، سرکار
گن داس: جیتی رہو بیٹی۔
بکلا: سرکار، مہارانی نے پوچھا ہے کہ آپ کی شاگرد مالویکا ناٹیہ سیکھنے میں آپ کا دماغ تو بہت نہیں چاٹتی؟
گن داس: بیٹی، مہارانی سے کہہ دینا کہ وہ بڑی ہوشیار اور ذہین ہے اور کیا کہوں، میں جو بھاؤ بھی اسے سکھاتا ہوں انھیں جب وہ اور زیادہ خوبصورتی کے ساتھ کر کے دکھاتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ الٹا مجھی کو سکھا رہی ہو۔
بکلا: (دل ہی دل میں) معلوم ہوتا ہے کہ یہ اراوتی کو پچھاڑ ہی دے گی۔ (ظاہراً) آفریں ہے آپ کی اس شاگرد پر جس کے گرو اس سے اتنے خوش ہیں۔
گن داس: عزیزہ، ایسے شاگرد ملتے کہاں ہیں۔ اسی لیے تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ

یہ دیوی کو مل کہاں سے گئی ؟

بکلا: ویرسین نام کے ایک دور کے بھائی ہیں دیوی کے۔ انھیں مہاراج نے نرمدا کنارے والے انت پال قلعہ کی دیکھ بھال کا کام سونپ رکھا ہے۔ انھوں نے ہی اپنی بہن دھارنی دیوی کے پاس اس لڑکی کو یہ کہلا کر بھیج دیا ہے کہ یہ گانے بجانے کا کام خوب سیکھ سکے گی۔

گن داس: (دل ہی دل میں) لیکن شکل صورت سے تو یہ کسی اعلیٰ خاندان کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ استاد کا فن اچھے شاگرد کے پاس پہنچ کر ہی اس طرح کھلتا ہے جیسے بادل کا پانی سمندر کی سیپی میں جا کر موتی بن جاتا ہے۔

بکلا: کیوں سرکار آپ کی شاگردہ اس وقت کہاں ہے ؟

گن داس: ابھی اسے پانچوں اعضاء کی ادائگی سکھا کر میں نے اسے تھوڑا آرام کرنے کو کہا ہے سو وہ تالاب کی طرف کھلنے والی کھڑکی پر بیٹھی ہوا کا لطف لے رہی ہے۔

بکلا: تو آپ مجھے اجازت دیجیے کہ میں یہ بتا کر اس کا حوصلہ بڑھاؤں کہ آپ اس سے اتنے خوش ہیں۔

گن داس: ہاں ہاں، ضرور جا کر ملو اپنی سکھی سے میں بھی چھٹی پا کر اپنے گھر جا رہا ہوں۔

(دونوں جاتے ہیں)

(آغاز داستان)

(راجہ تخلیہ میں اپنے خدام اور مشیروں کے ساتھ بیٹھے ہیں اور منتری اپنے ہاتھ میں مکتوب لیے ہوئے ہے)

راجہ: (منتری کے مکتوب پڑھ لینے کے بعد) کیوں منتری! ودربھ کے راجہ چاہتے کیا ہیں ؟

آماتیہ: اپنا ستیاناس، دیو!

راجہ: اچھا۔ پڑھ کر تو سناؤ ان کا پیغام۔

آماتیہ: انھوں نے لکھا ہے آپ نے جو مجھے یہ حکم دیا تھا کہ "آپ کے چچازاد بھائی کمار مادھو سین پہلے سے طے شدہ رشتہ کے مطابق مجھ سے اپنی بہن کا بیاہ کرنے کے لیے جب

آ رہے تھے تو راستے ہی میں آپ کی ریاست کے سرحدی محافظوں نے انھیں پکڑ کر قید کر لیا ہے انھیں آپ میرے کہنے سے بیوی اور بہن کے ساتھ چھوڑ دیجیے اس سلسلے میں مجھے یہ کہنا ہے کہ آپ بڑے ہیں اور آپ یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک ہی خاندان والے راجاؤں کے جھگڑے کیسے نپٹائے جائیں۔ اس لیے آپ چاہیں تو ہم لوگوں کا بیچ بچاؤ کر سکتے ہیں۔ البتہ اس قید و بند میں مادھوسین کی بہن کہیں کھو گئی ہے۔ میں اسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا اور آپ بھی اگر مادھوسین کو رہا کرانا چاہتے ہیں تو میری اتنی بات مان لیجئے کہ آپ نے میرے سالے مور یہ سچو کو گرفتار کر رکھا ہے اُسے چھوڑ دیں تو میں بھی مادھوسین کو رہا کر دوں گا۔

راجہ: (طیش میں آکر) کیا وہ خود سر اس طرح مجھ سے انتقامی برتاؤ کرنا چاہتا ہے دیکھو وزیر، یہ وِدربھ کا راجہ فطری طور پر میرا دشمن ہے اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس کا بالکل الٹا کیا کرتا ہے لہٰذا ویرسین کی سربراہی میں جتنی فوج ہے اسے حکم دو کہ جا کر اسے نیست و نابود کر دے کیونکہ ہم لوگ پہلے ہی یہ عہد کر چکے ہیں کہ ایسے مردود دشمن کو اکھاڑ پھینکنا ہی مناسب ہے۔

آماتیہ: جو حکم مہاراج کا۔

راجہ: لیکن اس میں تمھاری کیا صلاح ہے؟

آماتیہ: دیو نے تو پہلے ہی شاستر والی بات کہہ دی ہے — جو دشمن ابھی گدّی پر بیٹھا ہو اور جو اچھی طرح رعایا میں اپنی جڑیں نہ جما چکا ہو وہ نئے لگائے ہوئے کمزور پودے کی مانند بڑی آسانی سے اُکھاڑا جا سکتا ہے۔

راجہ: تب تو شاستر کی بات یہاں پوری طرح صادق آ رہی ہے اس لیے شاستر کے اسی قول کی بنیاد پر سپنا پتی کو تیار کرو۔

آماتیہ: بہتر ہے۔ (چلا جاتا ہے)

(سب خادم راجہ کے چاروں طرف کھڑے اپنا اپنا کام کر رہے ہیں)
ودوشک: (آ کر) مجھے مہاراج نے حکم دیا تھا کہ گوتم کوئی ایسی تدبیر سوچو کہ جس مالویکا کو میں نے اچانک تصویر میں دیکھ لیا ہے اسے میں براہ راست اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ پاؤں اس کے لیے میں نے جو ترکیب نکالی ہے وہ ابھی چل کر مہاراج کو بتاتا ہوں۔ (گھومتا ہے)۔
راجہ: (ودوشک کو دیکھ کر)۔ لو ہمارے دوسرے کاموں کے وزیر بھی آ پہنچے۔
ودوشک: (پاس آکر) مبارک ہو۔
راجہ: (سر ہلا کر) آؤ، یہاں بیٹھو۔
(ودوشک بیٹھ جاتا ہے)
راجہ: کہو، جس سے ملنے کے لیے ہم تڑپ رہے ہیں اس سے ملنے کی کوئی تدبیر تمھاری سمجھ میں آئی یا نہیں؟
ودوشک: یہ پوچھیے کام بنایا کیسے۔
راجہ: کیسے، کیسے؟
ودوشک: (کان میں) ایسے۔
راجہ: واہ دوست، بڑی عقلمندی کا کام کیا۔ یہ کام ہے تو بڑا ٹیڑھا لیکن جس طرح سے تم نے شروعات کی ہے اُس سے تو کچھ کچھ امید ہو چلی ہے کیونکہ

کار دشوار میں مل جائے جو ساتھی کوئی
تو یہ جانو کہ ابھی کام بنا جاتا ہے
آنکھ والے کو بھی اندھیارے میں دیپک کے بغیر
سچ تو یہ ہے کہ نظر کچھ بھی نہیں آتا ہے

(پس منظر میں آوازیں)

بس، بس، اپنی بکواس رہنے دو۔ ابھی مہاراج کے سامنے صحیح فیصلہ ہوا جاتا ہے کہ ہم دونوں میں کون بڑا ہے کون چھوٹا۔

راجہ: (سن کر) لو دوست تمھاری تدبیر کے پیڑ میں پھول تو دکھائی دینے لگے۔

ودوشک: ذرا ہی دیر میں پھل بھی دیکھیے گا۔

(کنچکی آتا ہے)

کنچکی: مہاراج منتری جی کہتے ہیں کہ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گئی ہے رقص واداکاری کے دونوں آچاریہ، ہردت اور گن داس آپس میں ایک دوسرے کو شکست دینے کی ٹھان کر آپ سے ملنے کے لیے باہر کھڑے ایسے لگ رہے ہیں جیسے خود ناٹک کے بھاؤ ہی مجسّم ہو کر چلے آئے ہوں۔

راجہ: دونوں کو اندر لے آؤ۔

کنچکی: جو حکم مہاراج (باہر جا کر دونوں کو لے آتا ہے) ادھر سے آیئے، ادھر سے۔

گن داس: (راجہ کو دیکھ کر) واہ کیا شان، کیا جلال ہے راجہ کا۔ مجھے تو ان کے پاس پہنچنا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ:

نہیں کہ پہلے سے یہ اجنبی ہوں میرے لیے
نہ دیکھنے میں مجھے خوفناک لگتے ہیں
جھجک سی لگتی ہے پھر بھی، قریب جاتے ہوئے
جو تھے وہی ہیں، مگر بحرِ بے کراں کی طرح
نئے نئے سے ہر اک پل دکھائی دیتے ہیں

ہردت: مرد کے روپ میں راجہ کا تیج واقعی بڑا زبردست ہے۔ کیونکہ:

یہاں تلک مجھے دربان لے تو آیا ہے
ہے میرے ساتھ یہاں کنچکی مصاحبِ خاص

مگر وہ رعب ہے راجہ کے روئے روشن کا
بغیر رو کے ہوئے رک گیا ہوں بڑھنے سے

کنچکی: لیجئے، یہ ہیں دیو! آپ لوگ آگے بڑھ جائیے۔

دونوں: (آگے بڑھ کر) دیو کی جے ہو!

راجہ: آپ دونوں کا سواگت ہے (خادم سے) آپ لوگوں کے لیے بیٹھنے کو آسن تو لاؤ۔

(خادموں کے لائے ہوئے آسنوں پر دونوں بیٹھتے ہیں)

راجہ: کہیے۔ یہ تو شاگردوں کی تربیت کا وقت ہے۔ اس وقت آپ دونوں آچاریہ ایک ساتھ کیسے آپہنچے؟

گن داس: سنیے دیو! میں نے بہت ہی قابل گرو سے تعلیم حاصل کی ہے اور اتنے عرصے سے سکھا بھی رہا ہوں۔ دیو اور دیوی نے میرے علم کا احترام بھی کیا ہے۔

راجہ: ہاں، یہ تو میں جانتا ہوں۔ لیکن بات کیا ہے؟

گن داس: آج ان ہردتّ جی نے ایک بڑے سردار کے سامنے یہ ڈینگ ہانکی ہے کہ گن داس تو میرے پیروں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں۔

ہردتّ: دیو! پہلے انھوں نے ہی میری برائی کی ہے اور کہا ہے کہ میرے اور ہردتّ کے درمیان تو سمندر اور تالاب کا فرق ہے۔ اس لیے اب آپ ہی ان کے اور میرے علم، تجربے اور مہارت کا خود امتحان لے لیں کیونکہ آپ ہی یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ ہم دونوں میں کون بڑھ کر ہے۔

ودوشک: بات تو مناسب کہی۔

گن داس: اچھا تو یہی سہی مہاراج لیجئے، دھیان سے سُنیے۔

راجہ: ابھی ٹھہرو۔ اگر ہم تنہائی میں فیصلہ کریں گے تو دیوی سمجھیں گی کہ شاید ہم نے کسی کی جانبداری کی ہو۔ اس لیے ان کے اور عالمہ کوشکی کے سامنے ہی فیصلہ کیا جانا چاہیے۔

ودوشک: یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔
دونوں عالم: جیسا دیو مناسب سمجھیں۔
راجہ: مودگلیہ، عالمہ کوشکی اور مہارانی کو سب باتیں بتا کر یہاں بلا تو لاؤ۔
کنچکی: جو حکم مہاراج کا۔ (جاتا ہے اور کوشکی اور مہارانی کو لے کر آتا ہے) ادھر سے آئیے دیوی، ادھر سے۔
دھارنی: (کوشکی کی طرف دیکھ کر) کہیوں بھگوتی، ہر دت اور گن داس کے جھگڑے میں آپ کے خیال میں کون جیتے گا؟
کوشکی: آپ اپنے فریق کی ہار کی تو بات ہی نہ سوچیے۔ گن داس کبھی اپنے حریف سے ہار نہیں سکتے۔
دھارنی: بالکل صحیح ہے پھر بھی راجہ جس پر مہربان ہو جائیں وہ تو جیت ہی جائے گا۔
کوشکی: اجی، آپ بھی یہ یاد رکھیے کہ آپ مہارانی ہیں، دیکھیے:

جیسے سورج کی عنایت سے بھڑک جاتی ہے آگ

رات کر دیتی ہے روشن تر یوں ہی مہتاب کو

ودوشک: لیجیے، مہارانی دھارنی جی اپنی سہیلی پنڈتا کوشکی کو ساتھ لیے ہوئے ادھر چلی آرہی ہیں۔
راجہ: ہاں، میں بھی دیکھ تو رہا ہوں کہ سادھوؤں کے لباس والی کوشکی کے ساتھ خوبصورت کپڑوں اور گہنوں سے آراستہ مہارانی ایسی لگ رہی ہیں جیسے علم روحانی کے ساتھ تینوں ویدوں کی دیوی مجسّم ہو کر چلی آرہی ہو۔
کوشکی: (پاس جا کر) مہاراج کی جے۔
راجہ: بھگوتی، میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔
کوشکی: سیکڑوں سال تک رہیں سرکار

دھارنی اور زمین کے سوامی

کیونکہ دونوں میں ایک جیسی ہیں
خوبیاں صبر اور تحمّل کی

دھارنی: جے ہو، آریہ پُتر کی جے ہو۔
راجہ: دیوی کو خوش آمدید۔ (کوشکی کی طرف دیکھ کر) آئیے، بیٹھیے، بھگوتی۔
(سب بیٹھتے ہیں)
راجہ: بھگوتی! آچاریہ ہردت اور گن داس آج ایک جھگڑا لے کر آئے ہیں کہ ان دونوں میں زیادہ قابل کون ہے۔ اب آپ ہی اس کا فیصلہ کیجیے۔
کوشکی: (مسکرا کر) مذاق نہ کیجیے۔ بھلا شہر کے ہوتے کہیں گاؤں میں موتی کی پرکھ کی جاتی ہے۔
راجہ: نہیں، یہ بات نہیں۔ آپ ٹھہریں پنڈت کوشکی اور ہم اور مہارانی ٹھہرے آچاریوں کے طرفدار۔
دونوں آچاریہ: یہ تو مہاراج نے ٹھیک کہا۔ جانبداری سے دور رہنے والی بھگوتی ہی ہماری اچھائی برائی کا فیصلہ صحیح جانچ کر کے کر سکیں گی۔
راجہ: اچھا، تو آپ مباحثہ شروع کیجیے۔
کوشکی: مہاراج، ناٹیہ شاستر کی پرکھ تو کر کے دکھانے سے ہوتی ہے۔ صرف زبانی بات چیت سے کیا فائدہ ہوگا، کیوں دیوی، ٹھیک ہے نا؟
مہارانی: مجھ سے پوچھا جائے تو مجھے ان دونوں کا جھگڑا ہی نہیں اچھا لگ رہا ہے۔
گن داس: دیوی، آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں ناٹیہ ودیا میں کسی سے پیچھے رہ جاؤں گا۔
ودوشک: تو دیوی، دیکھ ہی کیوں نہ لیا جائے ان دونوں ماہروں کے فن کا نمونہ۔ ورنہ ان کو تنخواہ دے دے کر پالنے سے کیا فائدہ؟
دھارنی: ہاں ہاں، تمھیں تو لڑائی جھگڑا ہی اچھا لگتا ہے۔
ودوشک: نہیں، ایسا نہ کہیے چنڈی۔ ان دونوں لڑاکو ہاتھیوں میں سے جب تک

ایک کی ہار نہیں ہو جائے گی تب تک یہ ٹھنڈے کیسے ہوں گے ؟۔

راجہ : بھگوتی، آپ نے تو ان لوگوں کے رقص و ادائیگی کی مہارت دیکھی ہی ہو گی ؟

کوشکی : ہاں، دیکھی ہے۔

راجہ : تو پھر اس سے بڑھ کر یہ اپنی فنّی مہارت کا ثبوت کیا دیں گے ؟

کوشکی : میں بتاتی ہوں دیکھیے۔

کچھ ہنر مند ہیں خود اپنے ہنر کے ماہر
اور کچھ اوروں کو فنکار بنا دیتے ہیں
وہی اچھا ہے کہ جس میں ہوں یہ دونوں اوصاف
اُسی فنکار کی توقیر بہت ہوتی ہے

ودوشک : (دونوں آچاریوں سے) آپ لوگوں نے بھگوتی کی باتیں سُن لیں ؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے شاگردوں کو جیسی تربیت دی ہے اسے دیکھ کر ہی آپ لوگوں کی مہارت کا فیصلہ ہو گا۔

مردت : یہی تو ہم بھی چاہتے ہیں۔

گن داس : تو یہی رہی، دیوی !

دیوی : لیکن اگر کوئی کند ذہن شاگرد سکھائی ہوئی باتیں غلط کر کے دکھائے تو اس میں آچاریہ کا کیا قصور ؟

راجہ : دیوی ! ہم نے کہیں پڑھا ہے کہ اگر اُستاد اپنا علم سکھانے کے لیے نالائق شاگرد کا انتخاب کرے تو سمجھ لینا چاہیے کہ استاد کو بھی کچھ آتا جاتا نہیں۔

دیوی : (علیحدہ) اب کیا ہو ؟ (گن داس کو دیکھ کر ظاہر میں) آریہ پُتر کو جوش دلانے والا یہ جھگڑا چھوڑ دو، تم کیوں یہ بیکار کام اپنے سر لے رہے ہو ؟

ودوشک : آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ دیکھو گن داس، جب تم بیٹھے بیٹھے سنگیت کے

استاد بنے ہوئے، سرسوتی جی کو چڑھائے ہوئے لڈو کھا ہی رہے ہو تو پھر تم ایسی چخ چخ کیوں مول لیتے ہو جس میں تمہارا منہ بند ہو جائے۔

گن داس: مہارانی کی بات کا تو سچ مچ یہی مطلب نکلتا ہے جب بات آ ہی پڑی ہے تو میں بھی کہے دیتا ہوں۔ سُنیے۔

نوکری پا کے جو استاد مباحث سے بچے
غیر کی طعنہ زنی سُن کے بھی خاموش رہے
علم کو صرف جو روزی کا وسیلہ سمجھے
اس کو عالم تو نہیں علم کا بنیا کہیے

دیوی: تمہاری شاگردہ نے تو ابھی تھوڑے دن پہلے ہی تم سے تربیت لینی شروع کی ہے اس لیے اس کی مشق میں پختگی آنے سے پہلے اسے یہاں فنی مظاہرے کے لیے لانا واقعی بڑی ناانصافی کی بات ہوگی۔

گن داس: لیکن اسی وجہ سے تو میں اور بھی زیادہ ضد کر رہا ہوں کہ اُسے یہاں لایا جائے۔

رانی: تو تم دونوں اپنی اپنی تربیت کا کمال اکیلی بھگوتی ہی کو دکھا دو۔

بھگوتی: یہ مناسب نہیں ہوگا دیوی! کوئی کتنا بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ تنہا انصاف کرنے بیٹھتا ہے تو اس کے فیصلے میں غلطی ہو ہی جاتی ہے۔

دیوی: (علاحدہ) اری بیوقوف خادمہ! تو مجھ بیدار کو بھی خوابیدہ بنا دینا چاہتی ہے۔ (غصہ سے منہ پھیر لیتی ہے)۔

(راجہ اشارے سے بھگوتی کو رانی کی کیفیت دکھاتا ہے)

بھگوتی: اے چاند سے سندر مکھ والی،
تم بنا بات ہی مہاراج سے منہ پھیرے کیوں بیٹھی ہو،
اچھے کُل والی استریاں،

یوں تو اپنے اپنے شوہر پر سارے حق رکھتی ہیں مگر،
جب انھیں روٹھنا ہوتا ہے،
شوہر سے خفا ہونے کے لیے پہلے وہ بہانہ ڈھونڈتی ہیں۔

وِدوشک: وہ کسی وجہ ہی سے تو روٹھ رہی ہیں! انھیں اپنے فریق کی حمایت تو کرنی ہی چاہیئے۔ (گن داس کی طرف دیکھ کر) جائیے، بڑے نصیب ہیں آپ کے کہ مہارانی نے روٹھنے کے بہانے آپ کو بچا لیا لیکن دیکھیے، خواہ کوئی کتنا ہی بڑا عالم ہو لیکن اس کا کمال اس کے شاگردوں کا ہنر دیکھ کر ہی جانا جاتا ہے۔

گن داس: سُنیے دیوی:

یہی باتیں ہیں تو پھر میں بھی یہ دکھلاتا ہوں
کس طرح میں نے ہنر بخشا ہے شاگردوں کو
آپ اگر اس کی اجازت نہیں دیں گی اس وقت
تو میں سمجھوں گا کہ محفل سے اٹھایا ہے مجھے

(اپنی نشست سے اُٹھنا چاہتا ہے)

دیوی: (دل ہی دل میں) اب اور چارہ ہی کیا ہے۔ (بہ ظاہر) شاگرد تو استاد ہی کے ہاتھ میں ہیں۔

گن داس: میں اتنی دیر سے ڈر رہا تھا کہ مہارانی کہیں روک نہ دیں۔ (راجہ کو دیکھ کر) دیوی نے اجازت دے دی ہے اس لیے اب دیو بھی حکم دیں کہ میں آپ کو کون سا رقص دکھاؤں۔

راجہ: جو بھگوتی کہیں۔

بھگوتی: دیوی کچھ کہنا چاہتی ہیں اسی لیے میں جھجک رہی ہوں۔

دیوی: نہیں آپ بے خوف ہو کر کہہ ڈالیے خادموں کو تو اپنے مالک کا حکم ماننا ہی پڑتا ہے۔

راجہ: اور مجھے آپ کا حکم ماننا ہے، یہ بھی جوڑ دیجیے۔

دیوی: بھگوتی! آپ کہہ ڈالیے۔
بھگوتی: مہاراج! شرمشٹھا کا بنایا چوپدوں والا "چھلک" رقص بہت مشکل بتایا جاتا ہے۔ اُسی کے کسی ایک بھاؤ میں دونوں کی ادائیگی دیکھ لیں گے اور اسی سے یہ سمجھ لیا جائے گا آپ لوگوں نے اپنے اپنے شاگردوں کو کیسی تربیت دی ہے۔
دونوں آچاریہ: جیسا بھگوتی کا حکم۔
ودوشک: تو آپ دونوں ناٹک گھر میں چل کر سنگیت وغیرہ کا سب سامان فراہم کیجئے اور جب سارا انتظام مکمل ہو جائے تو کسی سے یہاں کہلوا بھیجیے گا۔ یا پھر مردنگ کی دھمک سُن کر ہی ہم لوگ اُٹھ کر چلے آئیں گے۔
ہردت: اچھی بات ہے۔ (اٹھتا ہے)
(گن داس دھارنی کی طرف دیکھتا ہے)
دیوی: (گن داس کو دیکھ کر) آپ کی فتح ہو میں واقعی چاہتی ہوں کہ آپ کی فتح ہو۔
(دونوں آچاریہ جاتے ہیں)
بھگوتی: ادھر تو سُنیے۔
دونوں آچاریہ: (لوٹ کر) کہیے، آ گئے ہم لوگ۔
بھگوتی: دیکھئے۔ مجھے فیصلے کا اختیار دیا گیا ہے اس لیے میں یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ اداکاروں کے سب اعضاء کی جنبشیں اور بھاؤ ٹھیک ٹھیک دکھائی دینے چاہئیں۔ اس لیے آپ لوگ اپنے اپنے فنکاروں کو بہت زیادہ سجا دھجا کر نہ لائیے گا۔
دونوں آچاریہ: یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ (دونوں جاتے ہیں)
دیوی: (راجہ کو دیکھ کر) اگر آریہ پُتر اپنے راج کی دیکھ بھال میں اتنی دلچسپی اور محنت دکھاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔
راجہ: دیوی، تم کچھ اور نہ سمجھ بیٹھنا۔ اس میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ دیکھو جو لوگ

ایک ہی فن یا علم کے ماہر ہوتے ہیں وہ کبھی ایک دوسرے کی برتری برداشت نہیں کر سکتے۔

(پس منظر میں مردنگ کی آواز۔ سب سُنتے ہیں)

بھگوتی: تو انھوں نے تو سنگیت چھیڑ بھی دیا۔ دیکھیے۔

جیسے بادل کی گرج ہو یہ صدائے مردنگ
مور اس دھوکے میں اوپر کی طرف تکنے لگے
اور مدھم میں گمک ایسی ہے "مایوری" کی
کہ یہ دل والوں کو متوالا کیے دیتی ہے

راجہ: چلیے دیوی، چل کر دیکھا جائے۔

دیوی: (دل ہی دل میں) آہ! آریہ پُتر بھی کتنے ڈھیٹ ہیں!

(سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

ودوشک: (علاحدہ) اجی دھیرے دھیرے چلیے۔ کہیں دیوی ادھارنی سب گڑبڑ نہ کر دیں۔

راجہ: میں تو دھیرے ہی چل رہا ہوں مگر
پھر بھی مردنگ کا یہ راگ بے مجھے
اس طرح تیز گام کرتا ہے
جیسے خود میری آرزوئے دلی
مجھ کو یہ کہہ کے دے رہی ہو صدا
آ، کہ اب بن گیا ہے کام ترا

(سب جاتے ہیں)

پہلا باب ختم ہوا

دوسرا باب

(موسیقی گھر میں وددشک کے ساتھ راجہ، بھگوتی، سادھونی، رانی دھارنی

اور راج دربار کے تمام افراد)

راجہ: ان دونوں آچاریوں میں سے پہلے کس کا سکھایا ہوا ناٹک دیکھا جائے؟

بھگوتی: اگرچہ دونوں کو ناٹیہ شاستر کا یکساں علم ہے پھر بھی آچاریہ گن داس عمر میں بڑے ہیں اس لیے پہلے اُنھیں کو موقع ملنا چاہیئے۔

راجہ: تو مودگلیہ جاؤ آچاریوں کو یہ بات بتا کر تم اپنا کام دیکھو۔

کنچکی خادم: جیسی دیو کی مرضی۔ (چلا جاتا ہے)

(گن داس داخل ہوتا ہے)

گن داس: دیو! شرمشٹھا نے مدھیہ لے میں ایک چوپدی بنائی ہے میری گزارش ہے کہ دیو اس میں چھلک والی ادائیگی کو غور سے سُنیں۔

راجہ: آچاریہ! میں پوری توجہ دے رہا ہوں۔

(گن داس چلا جاتا ہے)

راجہ: (علاحدہ) دوست! پردے کے پیچھے وہ جو میری پیاری کھڑی ہے
اب اسے دیکھنے کے لیے میری آنکھیں ہیں بے چین ایسی
جیسے وہ نیم شب میں یہ پردہ ہٹانے پہ ہی تُل گئی ہوں

وددشک: (علاحدہ) لیجئے آپ کی آنکھوں کے لیے شیرینی تو آگئی لیکن شہد کی مکھی بھی

قریب ہی بیٹھی ہے اس لیے ذرا احتیاط سے اُدھر دیکھیے گا۔

(مالویکا آتی ہے اس کے جسم کی جنبشوں کا آچاریہ معائنہ کر رہے ہیں)

ودوشک: (علاحدہ) دیکھیے دیکھیے یہ تصویر میں جتنی حسین لگ رہی تھی اس سے کم خوبصورت نہیں ہے۔

راجہ: (علاحدہ) دوست!

میں نے جب پیکر تصویر میں دیکھا تھا اسے
میں سمجھتا تھا حقیقت میں نہ ہوگی ایسی
اب اسے دیکھ کے یہ سوچ رہا ہوں اے دوست
کہ مصور نے توجہ سے نہ کھینچا تھا وہ نقش

گن داس: گھبراؤ مت بیٹی۔ ہوشیار رہو۔

راجہ: (دل ہی دل میں) واہ وا! یہ تو سرتاپا حُسن ہی حُسن ہے۔

شرد کے چاند سا چہرہ، بڑی بڑی آنکھیں
گداز شانوں پہ تھوڑی جھکی ہوئی باہیں
یہ اُبھرے اُبھرے کچوں سے تنی ہوئی چھاتی
یہ چکنے چکنے سے کولھے، یہ مٹھی بھر کی کمر
گداز رانیں، یہ پیروں کی انگلیوں کا جُھکاؤ
یہ لگ رہا ہے کہ جیسے حسین بدن اس کا
نرت کے چھندوں کے سے خوش نما تناسب سے
گُرو کے کہنے سے بھگوان نے بنایا ہو

(پہلے الاپ بھر کر چار پدوں والا گانا گاتی ہے)

(گیت)

مشکل ہے ساجن کو پانا
چھوڑ ملن کی آشا، من رے
چھوڑ ملن کی آشا
پر کیوں بایاں نین پھڑکتا
کیوں یہ آس لگانا
مشکل ہے ساجن کو پانا"
مدت سے تمھیں دیکھ رہی ہوں
پر کیسے اپناؤں
ساجن، میں بے بس، دکھیاری
پھر بھی سدا تمھاری
ساجن،
میں تم پر واری

(گیت کے بھاؤ کے مطابق ادائگی کرتی ہے)

ودوشک: لو دوست، انھوں نے تو اس گیت کے بہانے آپ پر خود کو نثار ہی کر دیا۔

راجہ: میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اس نے 'ساجن، میں بے بس دکھیاری، پھر بھی سدا تمھاری' گاتے ہوئے اپنی طرف اشارہ کر کے جو ادائگی کی ہے وہ اس لیے کہ دھارانی دھارنی کو پاس دیکھ کر اس نے سمجھ لیا کہ اظہار محبت کا کوئی دوسرا طریقہ تو ہے نہیں اس لیے ایک خوب رو نوجوان سے محبت کی بھیک مانگنے کے بھاؤ والا یہ گیت گا کر اس نے دراصل مجھ سے ہی سب کچھ کہا ہے۔

(گانے کے بعد مالویکا چلی جانا چاہتی ہے)

ودوشک: ٹھہریے دیوی! آپ بیچ میں کچھ بھول گئی ہیں، وہی میں پوچھنا چاہتا ہوں۔

گن داس: بیٹی، تھوڑی دیر رک جاؤ اور جب یہاں سب لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ تم نے ٹھیک سے رقص و دادائگی سیکھ لی ہے تب جانا۔

(مالویکا لوٹ کر کھڑی ہو جاتی ہے)

راجہ: (دل ہی دل میں) کیا بات ہے! اسے جدھر سے دیکھو اُدھر سے ہی یہ دل کش لگنے لگتی ہے۔

حسین کولھے پہ رکھا ہوا ہے بایاں ہاتھ
کڑا کلائی پہ رک کر خموش بیٹھا ہے
ہے ڈال شیاما کی، لٹکا ہوا یہ دوسرا ہاتھ
نظر جھکائے ہوئے پیر کے انگوٹھے سے
زمیں پہ بکھرے ہوئے پھولوں کو ہٹاتی ہے
کھڑی ہے ایسے کہ پیکر کا اوپری حصہ
طویل اور تنا سب دکھائی دیتا ہے
یہ اس کے قامت زیبا کی دل کشی دیکھو
کہ وقت رقص بھی اتنی حسیں نہ لگتی تھی

دیوی: کیا آچاریہ گن داس بھی گوتم (ودوشک) کی بات کو سچ سمجھ بیٹھے ہیں؟

گن داس: ایسا نہ کہیے دیوی، مہاراج کے ساتھ رہتے رہتے گوتم کی آنکھیں بھی اچھے برے کی خوب تمیز کرنے لگی ہیں۔ سنیے

احمق بھی اہل علم کی صحبت میں بیٹھ کر
ہوتا ہے یوں لیاقت و دانش سے بہرہ ور
پانی کو جیسے صاف کرے نرملی کا بیج

(ودوشک کو دیکھ کر)

ہم بھی سنیں آپ کیا پوچھنا چاہتے تھے؟

ودوشک: (گن داس کو دیکھ کر) پہلے آپ کوشکی جی سے پوچھیے۔ میں بعد میں بتلاؤں گا کہ غلطی کہاں ہوئی؟

گن داس: بھگوتی! آپ نے جہاں کچھ خوبی یا خامی دیکھی ہو سب بتا دیجئے۔

بھگوتی: میں نے تو جو دیکھا اس میں کوئی خامی دکھائی ہی نہیں دی کیونکہ گیت کے سہارے مفہوم کی ادائگی بالکل صحیح طور پر اور اعضاء کی جنبشوں سے بخوبی کر دی گئی۔ ان کے پیر بھی لے کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ پھر یہ گیت کے اس میں بھی محو ہو گئی تھیں۔ ان کے رقص نے بھی ہمیں محبت میں غرق کر دیا کیونکہ تال کے ساتھ ہونے والی ادائگی میں طرح طرح سے جسم کے حصوں کی جنبشوں سے جو بھاؤ دکھائے جا رہے تھے وہ ایسے دلکش تھے کہ توجہ ہٹنے ہی نہیں پاتی تھی۔

گن داس: دیوی! آپ کی کیا رائے ہے؟

راجہ: اسے دیکھ کر تو ہمیں اپنی طرف کے ماہر پر جو ناز تھا وہ کم ہونے لگا۔

گن داس: آج میں فن رقص کا سچا ماہر ہوا ہوں۔

جس طرح آگ میں تپانے سے
داغ آتا نہیں ہے سونے پر
ایسی صورت گرو وہی ہے کہ جو
اپنے شاگرد کو جو کچھ سکھلائے
اُس میں خامی کبھی نہ کوئی پائے

دیوی: اپنے امتحان لینے والوں کو مطمئن کرنے کے لیے آپ کو مبارکباد۔

گن داس: دیوی کی مہربانی سے ہی مجھے یہ کامیابی نصیب ہوئی ہے (ودوشک کو دیکھ کر) گوتم! اب آپ بھی اپنے دل کی بات کہہ ڈالیے۔

ودوشک: جب پہلی بار اپنا سکھایا ہوا علم لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو سب سے

پہلے برہمن کی پوجا کرنی چاہیئے۔ وہ تو آپ لوگ بھول ہی گئے۔
کوشکی: واہ، کیا فنِ رقص کی گہری بات پوچھی ہے۔

(سب ہنستے ہیں۔ مالویکا مسکراتی ہے)

راجہ: (دل ہی دل میں) میری آنکھوں کو تو اپنے دل کی مراد دیکھنے کو مل گئی ہے۔

آج میں نے دیکھی ہے
اک حسین آہو چشم
جس کے پیارے مکھڑے کی
ہلکی مسکراہٹ میں
اک جھلک سی دانتوں کے
موتیوں کی ملتی ہے
جیسے اک کمل کا پھول
دل نواز کیسر کی
اک جھلک دکھاتا ہو

گن داس: ارے براہمن دیوتا، ہم لوگ پہلی بار تو ناٹک دکھا نہیں رہے ہیں۔ ایسا ہوتا تو تمہارے جیسے بھینٹ پوجا پر جان دینے والے برہمن کی پوجا ہم اچھی طرح کرتے۔

وودوشک: تو کیا میں ایسا پیہا ہی ہو کر رہ گیا جو خالی گرجنے والے بادلوں سے اپنی پیاس بجھانے کی امید کرتا ہو؟ لیکن بھائی ہم جیسے بیوقوفوں کی بات تو ایسی ہے کہ اگر پنڈتوں کو تسلّی ہو گئی تو سمجھو ہمیں بھی تسلّی ہو گئی۔ جب بھگوتی کوشکی نے اسے خوبصورت کہہ دیا ہے تو لاؤ میں بھی آپ کو یہ انعام دیے دیتا ہوں۔ (راجہ کے ہاتھ سے کنگن نکالتا ہے)

دیوی: ٹھہرو، دوسرے کا کمال دیکھے بغیر تم ابھی سے انھیں انعام کیوں دیے دے رہے ہو؟

وودوشک: دوسرے کا ہے نا، اسی وجہ سے تو دے رہا ہوں۔

دیوی: (آچاریہ کو دیکھ کر) کہیے، آپ کی شاگردہ اپنا رقص دکھا چکی نا؟
گن داس: آؤ بیٹی، اب ہم لوگ چلیں۔

(آچاریہ کے ساتھ مالویکا چلی جاتی ہے)

ودوشک: (علاحدہ۔ راجہ سے) جہاں تک میری عقل جا سکتی تھی وہاں تک تو میں نے اپنا کام کر دیا۔
راجہ: بہت ڈھونگ نہ رچاؤ۔

میری محبوب کا پردے کے ادھر چھپ جانا
میری آنکھوں کے مقدر کا بگڑ جانا ہے
اب مرے جی میں کوئی جوش، نہ جذبہ نہ امنگ
طاقت صبر نہیں، ضبط کا یارا بھی نہیں

ودوشک: (علاحدہ) تو کیا مفلس مریض کی طرح آپ یہ چاہتے ہیں کہ معالج ہی آپ کو اپنے پاس سے دوا بھی دے؟
ہردت: (آکر) اب میرا سکھایا ہوا ہنر دیکھنے کی تکلیف بھی کیجیے۔
راجہ: (دل ہی دل میں) جو دیکھنا تھا وہ تو دیکھ چکے (مہربانی دکھانے کے لیے، بظاہر) ہاں، ہاں، ہم لوگ تو دیکھنے کے لیے مشتاق بیٹھے ہیں۔
ہردت: بڑا کرم ہے مجھ پر آپ کا۔

(پس منظر میں)

اعلانچی: جے ہو، دیو کی جے ہو۔ دوپہر ہو گئی ہے کیونکہ:

باؤلی میں کمل کے سائے تلے
ہنس آنکھوں کو موند کر اپنی
کر رہے ہیں دوپہر میں آرام

دھوپ سے تپ رہا ہے سارا محل
اور ایسا کہ اس کے چھجّوں پر
بیٹھتا ہی نہیں کبوتر بھی
وہ رہٹ چل رہا ہے پانی کا
جس سے بوندیں اچھلتی جاتی ہیں
اور چلتے رہٹ کے چاروں اور
دم بہ دم کاٹتے ہیں چکّر مور
تاکہ بوندوں سے اپنی پیاس بجھائیں
تیز ہیں آفتاب کی کرنیں
جس طرح آپ میں چمکتے ہیں
آپ کے راج کاج کے جوہر

ودوشک: ارے ارے، اب تو ہم لوگوں کے کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ ویدیہ کا کہنا ہے کہ وقت پر کھانا نہ کھانے سے بڑا نقصان ہوتا ہے۔ کہو ہردت، کیا کہتے ہو؟

ہردت: اب کچھ کہنے کی بات ہی کہاں رہ جاتی ہے۔

راجہ: تو اب آپ کا مظاہرہ ہم لوگ کل دیکھیں گے۔ آپ جا کر آرام کریں۔

ہردت: جیسا مہاراج کا حکم۔ (چلا جاتا ہے)

دیوی: تو آریہ پتر! چل کر اب نہا دھو لیجئے۔

ودوشک: دیوی! اب جلدی سے کھانے پینے کا کچھ بڑھیا سا انتظام کرائیے۔

کوشکی: (اٹھ کر) آپ سب کا بھلا ہو۔ (خادماؤں اور رانی کے ساتھ چلی جاتی ہے)

ودوشک: دوست، حسن ہی میں نہیں، ہنر میں بھی مالویکا یگانہ ہی ہے۔

راجہ: سچ پوچھو تو دینے والے نے اس پیاری حسینہ مالویکا کو فنون لطیفہ کا کمال کیا

دیا گویا اُس نے اس کے ہاتھ میں کام دیو کا زہر میں بجھا ہوا تیر دے دیا ہو۔ اور کیا کہوں دوست. اب تم جا کر میری کچھ فکر کرو۔

ودوشک: آپ میری فکر کیجیے، میرا پیٹ اس وقت حلوائی کی کڑاہی کی طرح بے حد جل رہا ہے۔

راجہ: تم بھی اب اپنے دوست کے لیے کوئی تدبیر جلدی سے سوچ نکالو۔

ودوشک: اُس کے لیے تو میں پہلے ہی آپ سے دکشنا لے چکا ہوں، لیکن گڑبڑ تو یہ ہے کہ بادلوں میں چھپی چاندنی کی طرح مالویکا جی کا درشن بھی تو دوسروں کے ہاتھوں میں ہے۔ اِدھر آپ مانس بیچنے والے کے گھر پر منڈلانے والے گدھ کی طرح اُس پر تاک بھی لگائے بیٹھے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ڈرتے بھی ہیں۔ اتنی گھبراہٹ کے ساتھ مجھے کام کرنے کو کہتے ہوئے آپ لگتے ہیں واقعی بڑے اچھے۔

راجہ: بتاؤ، گھبراہٹ کیسے نہ ہو؟

ترچھی چتون کی وہ حسین دلبر
اس طرح دل میں آبسی ہے مرے
ہٹ گیا دل تمام باتوں سے

(سب چلے جاتے ہیں)

تیسرا باب

(کوشکی کی داسی سماہتکا آتی ہے)

سماہتکا: بھگوتی کوشکی نے مجھے حکم دیا ہے کہ سماہتکا! جاؤ مہاراج کے باغ سے ایک بجوریا لیموں تو لے آؤ۔ تو چلوں آرام باغ کی مالن مدھوکرکا کا پتہ لگاؤں۔ (گھوم کر دیکھتی ہے) ارے، سنہرے اشوک کی طرف ٹکٹکی باندھے یہ کیا کھڑی ہے۔ تو چلوں اس کے پاس۔

(مالن مدھوکرکا آتی ہے)

سما: (پاس جاکر) کہو مدھوکرکا، تمھارے باغ کا کام تو ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے نا؟

مدھو: ارے، تم ہو سماہتکا، آؤ سکھی آؤ، خوش آمدید۔

سما: سکھی، بھگوتی کوشکی نے کہا ہے کہ ہمیں خالی ہاتھ مہارانی سے ملنے نہیں جانا چاہیے۔ اس لیے لیموں کا ہی نذرانہ پیش کر کے اُن سے ملوں گی۔

مدھو: لو، لیموں تو پاس ہی ہے۔ ہاں، یہ تو بتاؤ کہ وہ جو دونوں ناٹیہ آچاریوں کا جھگڑا چل رہا تھا ان میں سے بھگوتی نے کسے بہتر بتایا۔

سما: یوں تو دونوں ہی بڑے عالم فاضل اور فن رقص و اداکاری میں ماہر ہیں لیکن گن داس نے اپنی شاگردہ مالویکا کو جیسی عمدہ تربیت دی ہے اسے دیکھنے کے بعد گن داس ہی آج دونوں میں بہتر قرار دیے گئے۔

مدھو: اور کہو، یہ مالویکا کے بارے میں کیسی کیسی باتیں سننے میں آ رہی ہیں۔

سما: ہاں، مہاراج اسے چاہنے تو بہت لگے ہیں لیکن مہارانی دھارنی کا دل رکھنے کے لیے

وہ کھل کر اپنی محبت کا اظہار نہیں کرتے۔ ادھر ان دونوں مالویکا بھی پہن کر اتار ے ہوئے مالتی کے گجرے کی طرح کمھلائی جا رہی ہے۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی اب اجازت دو۔

مدھو: اچھا لو یہ ڈال پر جھولتا ہوا لیموں توڑتی لے جاؤ۔

سما: بہت خوب (لیموں توڑنے کی اداکاری کر کے) بھگوان کرے سکھی سادھوؤں کی سیوا کا پھل تمھیں اس سے بھی اچھا ملے۔ (چلتی ہے)

مدھو: چلو سکھی، دونوں ساتھ ہی چلیں۔ مجھے بھی چل کر مہارانی جی سے عرض کرنا ہے کہ یہ سنہرا اشوک ابھی تک پھول ہی نہیں رہا ہے! اس کے پھولنے کے لیے کوئی تدبیر کی جانی چاہیئے۔

سما: ٹھیک ہے۔ تم نہ کہو گی تو کون کہے گا۔

(دونوں چلی جاتی ہیں)

(درمیانی واقعہ)

(وددشک کے ساتھ راجہ، جذبات عشق سے بے چین بیٹھے دکھائی دیتے ہیں)

راجہ: (اپنی طرف دیکھ کر)

ٹھیک ہے، جسم اگر سوکھ رہا ہے میرا
کہ میں محبوب کو سینے سے لگا بھی نہ سکا
آنکھ پُرنم ہے تو اس میں بھی تعجب کیا ہے
کہ میں دم بھر اسے آنکھوں میں بسا بھی نہ سکا
لیکن اے دل، مجھے اتنا تو بتا دے آخر
تیری محبوب وہ ہرن کی سی آنکھوں والی
ہے بہر لحظہ ترے پاس تو جلتا کیوں ہے

وددشک: یہ دل تھوڑا کر کے رونا بلکنا چھوڑیے میں مالویکا کی پیاری سہیلی بکلاولکا سے ملا تھا اور میں نے اسے آپ کا پورا پیغام سنا بھی دیا ہے۔

راجہ : وہ سُن کر کیا بولی ؟

ودوشک : اس نے کہا سوامی سے عرض کر دینا کہ یہ کام مجھے سونپ کر انھوں نے مجھ پر بڑی عنایت کی ہے لیکن وہ بیچاری اسی طرح مہارانی کی کڑی نگرانی میں ہے جیسے کوئی خزانہ سانپ کی نگرانی میں ہو۔ اس لیے وہ آسانی سے ہاتھ آنے والی نہیں ہے، پھر بھی میں کوشش کروں گی۔

راجہ : ارے بھگوان کام دیو۔ قدم قدم پر دشواریوں سے بھرے ہوئے کام میں مجھے پھنسا کر تم مجھ پر ایسے وار کیوں کیے جا رہے ہو کہ وقت بھی کاٹے نہ کٹے (تعجب کے ساتھ)

اے کام دیو !
کہاں تمھاری نازک پھولوں کی یہ کمان
جو دل کو پہنچاتی ہے آرام بہت
کہاں یہ جی کو متھنے والا پیار کا روگ
تم پر بھی کہاوت صادق آتی ہے
نازک لگنے والے ہوتے بڑے کٹھور

ودوشک : میں کہہ تو رہا ہوں کہ آپ کی تمنائے دلی پوری کرنے کے لیے میں سب تدبیریں کر چکا ہوں اس لیے اب آپ فکر نہ کیجیے۔

راجہ : اپنے کسی کام میں میرا تو دل ہی نہیں لگ رہا ہے اس لیے یہ تو بتاؤ کہ آج دن کا یہ باقی حصہ کہاں گزارا جائے ؟

ودوشک : نوشگفتہ کربک پھولوں کا تحفہ آپ کے پاس بھیج کر رانی اراوتی نے آج ہی نپونکا کی زبانی بسنت رُت کی خوشی میں کہلوایا ہے کہ میں آج آریہ پُتر کے ساتھ جھولا جھولنا چاہتی ہوں ۔ اور آپ نے بھی ان کی بات منظور کر لی ہے۔ اس لیے چلیے اُدھر آرام باغ ہی کی طرف چلا جائے۔

راجہ : لیکن وہاں چلنا مناسب نہیں ہوگا۔

ودوشک: کیوں ؟
راجہ: دیکھو دوست! عورتیں فطرتاً چالاک ہوتی ہیں۔ وہاں چل کر اگر میں اُس کے حسب مرضی کام کرنے لگوں تو کیا وہ یہ بھانپ نہیں جائے گی کہ میرا دل کہیں اور لگا ہوا ہے؟ اسی لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ادھر ادھر کے کچھ بہانے بنا کر محبت کی اصل بات کو ٹال جانا ہی اچھا لیکن چالاک عورتوں کے آگے جھوٹی محبت دکھانا اچھا نہیں ہے۔
ودوشک: لیکن اس طرح اپنی رانیوں کی محبت کی توہین کرنا بھی تو مناسب نہیں ہوگا۔
راجہ: (سوچ کر) تو چلو آرام باغ کی طرف ہی چلو۔
ودوشک: ادھر سے آئیے دیو! ادھر سے (دونوں مڑتے ہیں)
ودوشک: لیجئے آ گیا آرام باغ۔ دیکھیے ہوا سے ہلتے ہوئے پتوں کی انگلیوں سے یہ باغ آپ کو بلا رہا ہے کہ فوراً اندر آجائیے۔
راجہ: (ہوا خوری کا لطف لینے کی اداکاری کرتے ہوئے) سچ سچ بسنت کا موسم آپہنچا ہے دیکھو دوست،

مست کوئل کی کوک میں جیسے، پوچھتی ہے بسنت رُت مجھ سے
کس قدر مہربان لہجے میں، پیار کا درد تو زیادہ نہیں؟
اور ادھر ہلکی ہلکی باد شمال، آم کے بور کی مہک میں بسی
اس طرح میرا جسم چھوتی ہے جیسے مجھ پر بسنت رُت نے ہاتھ
رکھ دیا ہو سکون دینے کو

ودوشک: چلیے، باغ کے اندر چل کر لطف اُٹھائیں۔

(دونوں باغ میں داخل ہوتے ہیں)

ودوشک: ذرا غور سے تو دیکھیے، اس آرام باغ کی لکشمی نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے ہی دوشیزاؤں کی زیب و زینت کو شرمانے والا یہ بسنتی پھولوں کا سنگھار کیا ہے۔
راجہ: میں بھی (حیرت کے ساتھ) آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہا ہوں۔

اس لال اشوک کی سرخی نے شرمایا ہے
سب معشوقوں کے سرخ لبوں کی لالی کو
کربک کے کالے لال اور اُجلے پھولوں نے
رخساروں کے سب نقش ونگار کیے پھیکے
کالے بھونروں والے ان تلک کے پھولوں سے
ہوئی ماند حسیناؤں کے ماتھے کی بندی
اس رُت کی رنگینی نے دل میں ٹھانی ہے
پیارے مکھڑوں کی زینت کی توہین کرے

(دونوں باغ کی خوبصورتی سے لطف اندوز ہونے کی اداکاری کرتے ہیں)

(بے حد پریشان حالت میں مالویکا آتی ہے)

مالویکا: جس محبوب کے دل کی تھاہ میں نہیں پا سکی ہوں اس سے پیار کر کے مجھے اپنے اوپر بڑی شرم آرہی ہے۔ میں تو اپنی سہیلیوں سے بھی یہ بات نہیں کہہ پا رہی ہوں۔ محبت کا یہ آزار نہ جانے کام دیو کب تک مجھے دیتا رہے گا ـــ یہ آزار کہ جس کی کوئی دوا ہی نہیں ہے۔ (دو چار قدم چل کر) ارے میں چلی کہاں کے لیے تھی (یاد آنے کی اداکاری کرتے ہوئے) ہاں ٹھیک ہے مجھ سے دیوی دھارنی نے کہا ہے کہ مالویکا گوتم کے نٹ کھٹ پن سے میں جھولے سے گر پڑی ہوں اور میرے دونوں پیروں میں چوٹ آگئی ہے اس لیے تم ہی جا کر سنہرے اشوک کے پھولنے کی تدبیر کر کے آؤ۔ اگر پانچ دن کے اندر وہ پھول اٹھے گا تو میں تمھیں منہ مانگا انعام دوں گی۔ میں وہاں پہلے ہی سے پہونچی جاتی ہوں کیونکہ بکلاولکا بھی میرے پیچھے پیچھے پھوٹے لے کر آرہی ہوگی۔ تب تک میں اکیلے میں جی بھر کر رو بھی لوں گی۔

(مڑتی ہے)

ودوشک: (اسے دیکھ کر) اے سنو (مڑتی ہے) کیسے تعجب کی بات ہے کہ نشے سے متوالے

انسان کو اور زیادہ مست بنانے والی کچی کھانڈ بھی آ پہونچی۔

راجہ: ارے بھئی وہ کون سی چیز ہے۔

ودوشک: یہ کیا پاس ہی ادھر میلے کپڑے پہنے مالویکا اکیلی اداس بیٹھی ہے۔

راجہ: (خوش ہو کر) کیا مالویکا ہے۔

ودوشک: اور کیا۔

راجہ: تب تو یہ سمجھو کہ میری جان اب بچ جائے گی۔ جیسے سارس کی آواز سن کر پیاسے مسافر کو بھروسہ ہو جاتا ہے کہ درختوں کے جھنڈ کے پیچھے کوئی ندی ہو گی اسی طرح تمھارے منہ سے یہ بات سن کر میرے بےچین دل کو بہت تسلّی ملی ہے کہ مالویکا میرے قریب ہی موجود ہے۔ اچھا وہ ہے کہاں؟

ودوشک: وہ کیا درختوں کے بیچ سے ہوتی ہوئی اسی طرف آتی دکھائی دے رہی ہے۔

راجہ: (دیکھ کر خوشی سے) دیکھ رہا ہوں دوست،

یہ بڑے بڑے کولھوں والی اور اونچے پستانوں والی
یہ پتلی کمر والی دلبر، یہ بڑی بڑی آنکھوں والی
مجھے ایسا لگتا ہے جیسے مری جان ہی اِدھر کو آتی ہے
جب پہلے اس کو دیکھا تھا اب اس سے زیادہ سندر ہے
سرکنڈے سے پیلے گال اس کے اور تھوڑے تھوڑے سے گہنے
جیسے کسی بکّی کند لتا میں پھول بچے ہوں اِنے گِنے

ودوشک: تو انھیں بھی آپ ہی کی طرح عشق کا مرض لگ گیا ہو گا۔

راجہ: دوستوں کو ایسی ہی باتیں سوجھتی ہیں۔

مالویکا: پھولوں کی زیبائش سے محروم اشوک کا یہ درخت بھی اپنے دل کی سہانی مراد پوری کرانے کے لیے میری ہی طرح بے صبر ہو رہا ہے۔ تو چلوں تب تک اُسی کے

ٹھنڈے سائے تلے پتھر کی بٹیا پر بیٹھ کر جی بہلاؤں۔
ودوشک: سُنا آپ نے؟ وہ کہہ رہی ہے کہ میں بے صبر ہو رہی ہوں۔
راجہ: صرف اتنی سی بات سے میں یہ نہیں مان سکتا کہ تم صحیح بات سمجھ گئے ہو کیونکہ کُربک کے زرِ گل میں بسا ہوا اور شگفتہ کلیوں سے شبنم کی بوندیں اُڑانے والا ہوا کا جھونکا بے وجہ ہی دل میں محبت کا جذبہ بھر رہا ہے۔
(مالویکا بیٹھ جاتی ہے)
راجہ: آؤ دوست! چلو ہم لوگ ابھی اس بیل کے پیچھے چھپ جائیں۔
ودوشک: اراوتی جی بھی اب آنے ہی والی ہوں گی۔
راجہ: ہاتھی جب کنول کی شاخ کو دیکھ لیتا ہے تو اسے پانی میں چھپے ہوئے گھڑیال دکھائی نہیں دیتے۔ (دیکھتا رہتا ہے)
مالویکا: اے میرے دل! تو ایسی خواہش کیوں کرتا ہے جس پر نہ تو اپنا کوئی قابو ہی ہے اور نہ جہاں تک اپنی کوئی رسائی ہے۔ مجھے ستانے سے تجھے کیا مل رہا ہے۔
(ودوشک راجہ کی طرف دیکھتا ہے)
راجہ: دیکھو پیاری! محبت کی الٹی چال تو دیکھو۔ اگرچہ ابھی تک تم نے اپنی بے چینی کی وجہ نہ تو صاف صاف بتائی ہے اور نہ میں تمہارے دل کی تھاہ کا صحیح اندازہ ہی لگا پا رہا ہوں۔ پھر بھی میں یہی سمجھ رہا ہوں کہ تمہارا یہ رونا بلکنا میرے ہی لیے ہے۔
ودوشک: آپ کا یہ شک ابھی دور ہوا جاتا ہے۔ لیجیے، جس کے ہاتھ آپ نے پیغام بھیجا تھا وہ بکلاولکا بھی یہاں تنہائی میں اس کے پاس پہنچ گئی ہے۔
راجہ: لیکن کیا اسے ہماری بات یاد ہو گی؟
ودوشک: جب میں تک نہیں بھول پایا ہوں تو بھلا یہ شریر لڑکی کہیں ایسی ضروری بات بھول سکتی ہے؟

(پیروں کی سجاوٹ کا سامان ہاتھوں میں لیے بکلاولکا آتی ہے)

بکلاولکا: کہو سکھی اچھی تو ہو۔

مالویکا: ارے بکلاولکا تم آگئیں۔ خوش آمدید میری سہیلی۔ آؤ بیٹھو۔

بکلا: (بیٹھ کر) سکھی! تمھیں جو کام دیا گیا ہے اس کے لیے تم ہی اہل تھیں۔ لاؤ اپنا ایک پیر ادھر بڑھاؤ تو میں اس میں مہاور لگا کر بچھوے پہنا دوں۔

مالویکا: (دل ہی دل میں) اے میرے دل! یہ اعزاز دیکھ کر بہت ناز نہ کرو۔ لیکن میں اس سے بچ بھی کیسے سکتی ہوں۔ یہ نہ کروں تو کہیں اسی سے میرا آخری سنگھار نہ ہو جائے۔

بکلا: سوچ کیا رہی ہو؟ جانتی ہو اس سنہرے اشوک کے پھولنے کی دیوی کو بڑی فکر ہے

راجہ: اچھا تو کیا یہ سجاوٹ اشوک کے پھولنے کے لیے کی جا رہی ہے؟

ودوشک: تو کیا آپ سمجھ رہے تھے کہ مہارانی نے اسے رن واسے کے سنگھاروں سے میرے لیے سجایا ہو گا؟

مالویکا: تو سکھی! لیکن مجھے اس کے لیے معاف کرنا (پیر آگے بڑھاتی ہے)

راجہ: دوست! محبوب کے پیر میں مہاور کی جو گیلی لکیریں بنی ہیں وہ ایسی نظر آ رہی ہیں جیسے مہادیو جی کے غصہ سے جلے ہوئے کام دیو کے درخت میں نئی نئی کونپلیں پھوٹ آئی ہوں۔

ودوشک: اور جیسے ان کے پیر ہیں ویسا ہی کام بھی تو انھیں سونپا گیا ہے۔

راجہ: دوست! ٹھیک کہا تم نے۔ شفاف ناخونوں اور نئی کلیوں جیسے پنجوں والے اس حسینہ کے پاؤں یا تو پھولنے کی تمنا رکھنے والے اس اشوک پر پڑنے کے قابل ہیں یا محبت میں خطا کرنے والے سر جھکائے ہوئے عاشق کے سر پر پڑنے کے قابل ہیں۔

ودوشک: تو سمجھیے کہ آپ بھی اگر غلطی کریں گے تو یہی پیر آپ پر بھی پڑیں گے۔

راجہ: [illegible] مستقبل بتانے والے برہمن کی دی ہوئی یہ خوش خبری سر آنکھوں پر۔

(داسی کے ساتھ نشے کے عالم میں رانی اراوتی آتی ہے)

اراوتی: نپونکا! میں بہت سنا کرتی ہوں کہ شراب پینے سے عورتیں بہت خوبصورت دکھائی دینے لگتی ہیں کیا یہ کہاوت سچ ہے؟

نپونکا: پہلے تو یہ کہاوت ہی تھی لیکن آج تو یہ بات سچ دکھائی دے رہی ہے۔

اراوتی: چل چل۔ منہ دیکھی بات نہ کر۔ اچھا یہ بتا کہ یہ پتہ کیسے چلے کہ ہم سوامی کے جھولا گھر میں پہونچ گئے یا نہیں۔

نپونکا: آپ کا اٹوٹ عشق ہی یہ بات بتا رہا ہے۔

اراوتی: خوشامد کی بات رہنے دے۔ یہ چرب زبانی چھوڑ کر سچ سچ بتا۔

نپونکا: بسنت کے جشن کی پوجا کا نذرانہ پانے کا لالچ رکھنے والے آریہ گوتم نے یہ کہلایا ہے کہ دیوی کو فوراً بھیج دو۔

اراوتی: (نشے میں جھوم کر مڑتے ہوئے) داسی! نشہ اتنا چڑھ گیا ہے کہ آریہ پتر کو دیکھنے کے لیے بیچین ہونے پر بھی میرے پاؤں آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔

نپونکا: لیجیئے جھولا گھر میں تو آپ پہونچ ہی گئیں۔

اراوتی: اری نپونکا! آریہ پتر تو یہاں کہیں نظر ہی نہیں آرہے ہیں۔

نپونکا: غور سے دیکھیے مالکن! آپ سے مذاق کرنے کے لیے سوامی یہیں کہیں چھپے بیٹھے ہوں گے۔ آیئے ہم لوگ بھی پرجنگوں کی لتاؤں کے منڈوے میں چل کر اشوک کے نیچے پتھر کی بٹیا پر بیٹھ جائیں۔

اراوتی: ٹھیک ہے۔

نپونکا: (دیکھتے ہوئے) دیکھیے تو مالکن ہم چلے تھے آپ کی کلیاں ڈھونڈنے اور کاٹ لیا چیونٹیوں نے۔

اراوتی: اری کیسے؟

نپونکا: دیکھیے نا۔ یہاں بکلاولکا اشوک کے سائے میں بیٹھی ہوئی مالویکا کے پیر رنگ رہی ہے۔

اراوتی: (کچھ مشکوک انداز میں) مالویکا تو ادھر آنے نہیں پاتی آج کیا بات ہو گئی ہے؟

نپونکا: میں سمجھتی ہوں کہ جھولے پر سے گر جانے کے سبب مہارانی کے پیروں میں چوٹ آ گئی ہے اس لیے اشوک کے پھولنے کے لیے اس پر لات مارنے کا کام مالویکا ہی کو سونپا گیا ہو گا۔ نہیں تو کیا مہارانی کبھی اپنے پیروں کے گھونگھرو اتار کر اپنی داسیوں کو پہننے کے لیے دے سکتی ہیں بھلا؟

اراوتی: ہو نہو یہی بات ہے۔

نپونکا: تو کیا مہاراج کو تلاش نہ کیجیے گا؟

اراوتی: سکھی! میرے پیر ہی آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔ ادھر نشہ بھی مجھے بے حال کیے ڈال رہا ہے لیکن میرے دل میں جو اندیشہ پیدا ہو گیا ہے اسے تو مٹانا ہی ہو گا (مالویکا کو دیکھ کر اور کچھ سمجھتے ہوئے دل ہی دل میں) انھیں باتوں سے تو میرا جی جل جاتا ہے۔

بکلا: (مالویکا کو اس کا رنگا ہوا پیر دکھاتی ہے) کہو، پیر کی رنگائی پسند آئی؟

مالویکا: سکھی! اپنے پیر کی تعریف کرتے مجھے شرم آتی ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ آرائش کا اتنا عمدہ فن تمھیں سکھایا کس نے؟

بکلا: ارے۔ یہ فن تو میں نے خود مہاراج سے سیکھا ہے۔

ودوشک: جائیے جائیے۔ لگے ہاتھوں اس سے گرو دکشنا تو مانگ لیجیے۔

مالویکا: بڑی خوش نصیب ہو کہ اتنا ہوتے ہوئے بھی غرور تمھیں چھو تک نہیں گیا ہے۔

بکلا: لیکن میں نے جو کچھ سیکھا ہے اس کا کمال دکھانے کے قابل تمھارے پاؤں پا کر آج تو مجھے یقیناً غرور محسوس ہو رہا ہے۔ (رنگائی دیکھ کر دل ہی دل میں) واہ! آج ہی تو میرا غرور سچا ثابت ہوا ہے۔ (بظاہر) لو سکھی، تمھارا ایک پیر تو رنگ گیا ہے۔ اب اسے

منہ سے پھونک کر سکھانا باقی رہ گیا ہے۔ لیکن یہاں تو ہوا بھی چل رہی ہے۔

راجہ: دیکھو دوست! اگیلے مہاور سے رنگے ہوئے اس کے پیر کو پھونک سے سکھا کر اس کی خدمت کرنے کا یہ بہترین موقع میرے ہاتھ آیا ہے۔

ودوشک: تو پچھتاتے کیوں ہیں؟ آپ کو بہت دن تک یہ خدمت کرنے کو ملے گی۔

بکلا: اری سکھی! تیرا پیر تو سرخ کنول کی مانند کھلا پڑ رہا ہے۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ تو ہمیشہ مہاراج کی آغوش ہی میں لیٹی رہے۔

(اراوتی نپونکا کی طرف دیکھتی ہے)

راجہ: میں بھی یہی دعا دیتا ہوں۔

مالویکا: سکھی! ایسی بے سر و پا باتیں نہ کہا کرو۔

بکلا: جو کہنا چاہیئے وہی تو کہہ رہی ہوں میں۔

مالویکا: میں تمھاری پیاری ہوں نا؟ اسی لیے۔

بکلا: صرف میری ہی نہیں۔

مالویکا: اور کس کی؟

بکلا: تیرے اوصاف پر فدا مہاراج کی بھی۔

مالویکا: تو جھوٹ بولتی ہے۔ مجھ پر ان کی ذرا بھی محبت نہیں ہے۔

بکلا: ہاں سچ مچ تم پر تو نہیں لیکن مہاراج کے کمزور پیلے اور خوبصورت بدن پر وہ محبت ضرور دکھائی دیتی ہے۔

نپونکا: اس شریر نے ایسا جواب دیا ہے جیسے پہلے ہی سے سوچے بیٹھی تھی۔

بکلا: اچھا سمجھدار لوگوں کی ایک بات تو تم مان لو کہ محبت کی آزمائش محبت ہی سے ہوتی ہے۔

مالویکا: کیا یہ سب باتیں اپنے جی سے گڑھتی جا رہی ہو؟

بکلا: نہیں اپنے جی سے نہیں۔ یہ پیارے بھرے لطیف لفظ خود مہاراج نے اپنے منہ سے کہے ہیں۔

مالویکا: لیکن سکھی اُدھر مہارانی کا برتاؤ دیکھتی ہوں تو ساری امیدوں پر اوس پڑ جاتی ہے۔

بکلا: اری پگلی! کیا بھنوروں کے ڈر سے لوگ کانوں میں بسنت کی رانی یعنی آم کے بور کی منجری پہننا ہی چھوڑ دیں۔

مالویکا: مجھ پر کوئی آفت آئے تو تم مجھے چھوڑ نہ دینا۔

بکلا: اری میرا تو نام ہی بکلاولکا ہے۔ میں تو جتنی زیادہ مسلی جاؤں گی اتنی ہی زیادہ خوشبو دوں گی۔

راجہ: واہ بکلاولکا واہ!

تم نے کس درجہ ہوشیاری سے
میری دلبر کے دل کی لی ہے تھاہ
کر دیا میرے عشق سے آگاہ
گرچہ کرتی رہی ہے ظاہر میں
دلربا میرے پیار سے انکار
پھر بھی تم نے بڑے سلیقے سے
اس کی ہر بات کا جواب دیا
اس طرح اُس کے دل کی سچّی بات
آخر کار کہلوا لی ہے
اب مجھے ہوگیا یقیں اس کا
کہ سبھی عاشقوں کی جانِ حزیں
رہتی ہے قاصدوں کی مٹھی میں

اراوتی: دیکھ سکھی! مالویکا کو اتنی عزت اس بکلا ولکا نے ہی دلوائی ہے۔
نپونکا: مالکن! اسے جیسا سکھایا گیا ہوگا ویسا ہی تو کر رہی ہے۔
اراوتی: میرا جو اندیشہ تھا وہ سچ ہی نکلا۔ سارا حال ٹھیک سے جان لوں تو پھر میں اس کا حل سوچوں گی۔
بکلا: تو تمھارا دوسرا پیر بھی رنگ گیا۔ لاؤ اس میں بھی بچھوئے پہنا دوں (دونوں بچھوئے پہنانے کی اداکاری کرتی ہیں) اب اٹھو سکھی! مہارانی نے اشوک کے پھولنے کے لیے جو کام تمھیں سونپا ہے وہ پورا کر ڈالو (دونوں اٹھ کھڑی ہوتی ہیں)
اراوتی: تم نے مہارانی کا کام سُن لیا نا! اچھا اسے ہو جانے دو۔
بکلا: لو، یہ راگ۔ رنگ بھرا، لطف اٹھانے کے لائق تمھارے سامنے ہے۔
مالویکا: (خوش ہو کر) کون؟ مہاراج؟
بکلا: (مسکرا کر) ارے مہاراج نہیں۔ یہ اشوک کی شاخ میں لٹکنے والا پتوں کا خوشہ۔ لو، اسے اپنے کانوں پر سجا لو۔

(مالویکا اُداس ہو جاتی ہے)

ودوشک: سُنا آپ نے؟
راجہ: دوست، عاشقوں کے لیے اتنا بھی بہت ہے۔

جہاں ایک مشتاق ہو وصل کا
مگر دوسرا اس کا خواہاں نہ ہو
تو پھر ایسی صورت میں اے میرے دوست
برابر ہے ملنے نہ ملنے کی بات
مگر دونوں ملنے کو بے تاب ہوں
تو موقع نہ ملنا ملاقات کا

فقط جان دینے ہی کا ہے مقام

(مالویکا پتوں کا خوشہ کان پر لگا کر اشوک کے پیڑ پر لات مارتی ہے)

راجہ: دوست دیکھو اس نے اپنی کانوں پر سجانے کے لیے اشوک سے اگر پتے لیے ہیں تو اس کے عوض اس نے اپنا نازک پتے جیسا پیر بھی پیڑ کی نذر کیا ہے۔ ان دونوں نے ایک جیسی خوبصورت چیز کا باہم تبادلہ کر کے مجھے تو سچ مچ کہیں کا نہ رکھا کیونکہ اب میں اس طرح محبت کی چیزوں کا تبادلہ کیسے کر سکوں گا۔

بکلا: سکھی! اگر تمھارے پاؤں کی پوجا پا کر بھی یہ اشوک بہار پر نہ آئے تو اس میں تمھارا قصور نہ ہوگا بلکہ اشوک ہی ناکارہ سمجھا جائے گا۔

راجہ: کنول سے نازک پیروں والی اس البیلی ناری کا
جس کی کمر نازک لچکیلی جس کے پیروں کے بچھوؤں سے
گونج رہی ہیں جھنکاریں
لمس قدم پا کر یعنی ایسی عزت پا کر بھی
تم میں اگر کلیاں نہیں پھوٹیں
تو میں یہ سمجھوں گا کہ اس ناری کے پاؤں کو چھونے سے کھل جانے کی
جو خواہش متوالے عاشق کے دل میں ہوتی ہے
وہ دل میں تمھارے پیدا ہونے کا کیا مطلب تھا
تم نے بیکار یہ خواہش کی

دوست! ہم لوگوں کی کوئی بات شروع ہو تو ہم بھی یہاں سے آگے بڑھ چلیں۔

ودوشک: چلیے، میں ذرا اسے چھیڑتا ہوں۔

(دونوں آگے بڑھتے ہیں)

نپونکا: مالکن! مالکن! مہاراج آرہے ہیں۔

اراوتی: یہ تو میں نے پہلے ہی بھانپ لیا تھا۔
ودوشک: (پاس جاکر) کہیے دیوی کیا ہمارے پیارے دوست پر اپنی بائیں لات جماکر آپ نے کوئی اچھا کام کیا ہے۔
دونوں: (گھبراکر) ارے مہاراج!
ودوشک: کیوں بکلاولکا! سب کچھ جان بوجھ کر بھی تم نے انھیں ایسی زیادتی کرنے سے کیوں نہیں روکا؟
(مالویکا خوف زدہ ہونے کی اداکاری کرتی ہے)
نپونکا: مالکن! آپ نے آریہ گوتم کی چالبازی دیکھی۔
اراوتی: ایسا نہ کرے تو اس بامن پوت کا پیٹ کیسے پلے۔
بکلاولکا: آریہ! یہ مہارانی کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے اسی لیے یہ ایسی زیادتی اور ڈھیٹ پن کرنے پر مجبور تھی۔ مہاراج معاف کریں۔
(اپنے ساتھ مالویکا کو بھی راجہ کے پیروں پر جھکاتی ہے)
راجہ: اچھا یہ بات ہے، تو تمھاری کوئی غلطی نہیں۔ اُٹھ جاؤ (ہاتھ سے پکڑ کر مالویکا کو اٹھاتا ہے)
ودوشک: ٹھیک ہے، مہارانی کا حکم تو ماننا ہی چاہیئے تھا۔
راجہ: (دیکھتے ہوئے) کیوں حسینہ! تمھارا یہ نازک پتے جیسا بایاں پیر اشوک پر لگنے سے کہیں دکھنے تو نہیں لگا۔
(مالویکا شرمانے کی اداکاری کرتی ہے)
اراوتی: واہ! اس وقت آریہ پُتر کا دل مکھن کی طرح ملائم ہو گیا ہے۔
مالویکا: آؤ بکلاولکا۔ مہارانی کو خبر دے آئیں کہ ان کے حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے۔
بکلا: پہلے مہاراج سے تو یہ گزارش کرو کہ وہ تمھیں رخصت کر دیں۔
راجہ: تم جا سکتی ہو اچھی لڑکی! لیکن میری ایک بات سنتی جاؤ۔

بکلا: دیکھو غور سے سننا۔ ہاں مہاراج حکم دیجئے۔

راجہ: دیکھو حسینہ! بہت دنوں سے اسی اشوک کی طرح مجھ میں بھی صبر اور برداشت کے پھول نہیں آ رہے ہیں اس لیے تمھارے علاوہ کسی اور کو نہ چاہنے والے مجھ خادم کے دل کی آرزو بھی لمس کا امرت پلا کر آج پوری کر دو۔

اراوتی: (اچانک آگے بڑھ کر) ہاں ہاں پوری کرو۔ اشوک میں ابھی پھول نہیں آئے ہیں لیکن یہ تو ابھی سے بہار پر آئے جا رہے ہیں۔

(اراوتی کو دیکھ کر سب گھبرا جاتے ہیں)

راجہ: (علاحدہ) کہو دوست! اب کیا کیا جائے؟

ودوشک: اور کیا کیا جائے گا؟ چلیے پیروں کا سہارا لیا جائے۔

اراوتی: کیوں ری بکلا ولکا! یہ تو نے اچھا کام لیا ہے؟ جا اب کرنہ آریہ پتر کی آرزو پوری!

دونوں: ناراض نہ ہو مہارانی! بھلا ہم کون ہوتے ہیں مہاراج کی تمنا پوری کرنے والے۔

(دونوں چلی جاتی ہیں)

اراوتی: واقعی مردوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ میں کیا جانتی تھی کہ جیسے شکاریوں کے گیت سُن کر ہرنی ساری سُدھ بدھ کھو کر جال میں پھنس جاتی ہے ویسے ہی میں بھی ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر ان کے پھندے میں پھنس جاؤں گی۔

ودوشک: (علاحدہ) اجی کچھ بات تو بتائیے۔ چوری کرتے ہوئے پکڑا ہوا چور بھی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں چوری کرنے کے لیے نقب نہیں لگا رہا تھا بلکہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ میں نے دیوار پھوڑنے کا فن صحیح طرح سے سیکھ لیا ہے یا نہیں۔

راجہ: حسینہ! مالویکا سے ہمیں کیا لینا دینا ہے۔ تمھارے آنے میں دیر تھی اس لیے تھوڑا بہت دل بہلا رہے تھے۔

اراوتی: جی ہاں! بڑے سچے ہیں آپ! میں نہیں جانتی تھی کہ آریہ پتر کو دل بہلانے کے

لیے یہی چیز ٹھیک ہے ورنہ میں بیچاری بیچ میں پڑتی ہی کیوں۔
وِدوشک: دیکھیے! آپ مہاراج کو عام اخلاقی آداب برتنے سے نہ روکیے۔ آپ اگر یہ چاہتی ہیں کہ مہارانی کی کنیزوں سے بھی مہاراج بات نہ کریں تو ٹھیک ہے، یہی سہی۔
اراوتی: ٹھیک ہے تو پھر ہونے دیجیے بات چیت۔ میں کیوں اپنا دل دُکھاؤں۔
(غصہ میں بھری ہوئی چلی جاتی ہے)
راجہ: (پیچھے پیچھے جاتے ہوئے) ارے، مان جاؤ، دیوی۔
(اراوتی پیر میں پھنسی ہوئی تگڑی گھسیٹتی ہوئی چلنے کو ہوتی ہے)
راجہ: حسینہ! اپنے محبوب سے روٹھنا تمھیں زیب نہیں دیتا۔
اراوتی: جاؤ! تمھارا مجھے ذرا بھی اعتبار نہیں ہے۔
راجہ: تم نے اس طرح جو میری توہین کی ہے یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے لیکن اے چنڈی! جب تمھاری تگڑی بھی تمھارے پیروں پر پڑ کر معافی مانگ رہی ہے تب بھی کیا تم اپنا غصہ نہ چھوڑو گی؟
اراوتی: لو یہ نگوڑی بھی تمھارے ہی پیچھے جا رہی ہے۔
(تگڑی لے کر راجہ کو مارنا چاہتی ہے)
راجہ: دوست!

اپنی آنکھوں میں آنسو بھرے طیش سے لال
اپنے کولھوں سے لٹکی ہوئی کردھنی کی حسیں ڈور سے
مارنے کے لیے مجھ کو بڑھتی ہوئی یہ حسینہ
ایسی لگتی ہے جیسے گھنیری گھٹا وندھیا چل پہ بجلی گرا کر
اُسے پھاڑنے پر تُلی ہو؟

اراوتی: اچھا! تو مجھ پر ہی الزام لگا رہے ہو؟

راجہ: (کردھنی کی ڈوری والا ہاتھ پکڑ لیتا ہے) اے گھنگرالے بالوں والی حسینہ! تم مجھ قصوروار کو سزا دیتے دیتے رک کیوں گئیں؟ اس وقت مجھ غلام پر جو غصہ تم کر رہی ہو اس سے تمہارا حسن اور بھی بڑھ گیا ہے۔ تو تم نے میری بات مان لی ہے (پیروں پر گرتا ہے)

اراوتی: یہ مالویکا کے پیر نہیں ہیں جو تمہارے دل کی آرزو پوری کر دیں گے (کنیز کے ساتھ چلی جاتی ہے)

ودوشک: اٹھیے! آپ تو ٹھن ٹھن گوپال ہی رہ گئے۔

راجہ: (اٹھ کر اراوتی کو نہ پا کر) تو کیا دلربا چلی ہی گئی؟

ودوشک: دوست! اپنی بڑی خوش نصیبی ہی سمجھو کہ وہ آپ کے ڈھیٹ پن پر بگڑ کر چل دیں۔ چلو ہم لوگ بھی یہاں سے نو دو گیارہ ہو جائیں کہیں وہ منگل ستارے کی طرح الٹی چال چل کر پھر اسی راشی پر نہ لوٹ آئیں۔

راجہ: آہ!

پیار کیسا کٹھور ہوتا ہے
مالویکا نے دل چرا کے میرا
کر دیا ہے جو خستہ جاں مجھ کو
ایسی حالت میں میری منت پر
یہ بھی ناراض ہو گئی بہتر
اب خفا ہے اگر تو تھوڑے دن
مل ہی جائے گی مجھ کو بھی اے دوست
اس حسینہ کی چاہتوں سے نجات

(اپنے دوست ودوشک کے ساتھ چلا جاتا ہے)

چوتھا باب

(بجھے بجھے سے راجہ آتے ہیں اور ساتھ میں خواص پرتی ہاری بھی آتی ہے)

راجہ: (دل ہی دل میں)

اپنی محبوب کے ذکر سے بڑھنے والی اُمیدیں
پیار کے جس شجر کی جڑیں ہیں، یہ دیدار کی آرزو کا
جگایا ہوا پیار جس پیڑ کی پتیوں کی طرح ہے
اور محبوب کے دست نازک کے لمس حسیں سے
بدن پر یہ اُٹھے ہوئے رونگٹے ہیں ثمر جس شجر کے
وہ شجر پیار کا
مجھ کو اپنے ثمر، اپنے شیریں ثمر بھی چکھائے

(بظاہر) پیارے گوتم!

پرتی ہاری: (خواص) جے ہو، مہاراج کی جے ہو۔ گوتم جی یہاں نہیں ہیں۔

راجہ: (دل ہی دل میں) ہاں، ٹھیک ہے۔ میں نے ہی تو انھیں مالویکا کی خبر لینے کے لیے بھیجا ہے۔

ودوشک: (آکر) مبارک ہو آپ کو۔

راجہ: جے سینا، جاؤ دیکھو تو دیوی دھارنی اپنا چوٹ کھایا پیر لیے ہوئے کہاں جی بہلا رہی ہیں۔

پرتی ہاری: جو حکم مہاراج کا۔ (چلی جاتی ہے)

راجہ: کہو گوتم! تمھاری دوست مالویکا کے کیا حال ہیں؟
ودوشک: وہی جو بلّی کے پنجے میں آئی ہوئی کوئل کے ہوتے ہیں۔
راجہ: (پریشان ہو کر) کیسے؟
ودوشک: بے چاری تپسیا کرنے والی کو اس پیلی آنکھوں والی نے تہ خانے کی بھنڈار والی کال کوٹھری میں قید کر رکھا ہے۔
راجہ: میری محبت کی بات جاننے کی وجہ ہی سے اسے قید کیا ہوگا۔
ودوشک: اور کیا۔
راجہ: ایسا کون ہمارا دشمن ہے جس نے دیوی کو اتنا بھڑکا دیا ہے؟
ودوشک: سنیے، مجھ سے بھگوتی کوشکی جی کہہ رہی تھیں کہ کل پیر میں چوٹ کھائی ہوئی دیوی دھارنی کی خیریت پوچھنے اراوتی وہاں پہنچی تھی۔
راجہ: اچھا؟ پھر؟
ودوشک: مہارانی نے ان سے پوچھا، کہو پریتم سے ادھر ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟ اس پر وہ کہنے لگیں، اب انھیں پریتم نہ کہیے۔ کیا آپ نہیں جانتیں کہ اب وہ کنیزوں سے محبت کرنے لگے ہیں۔
راجہ: اگرچہ بات صاف صاف نہیں کہی گئی پھر بھی معلوم ہوتا ہے انھوں نے مالویکا کو ذہن میں رکھ کر ہی یہ بات کہی ہوگی۔
ودوشک: اس پر جب انھوں نے بہت ضد کی تو اراوتی نے مہارانی کے آگے آپ کا تمام کچّا چٹھا کھول کر رکھ دیا۔
راجہ: معلوم ہوتا ہے اراوتی بہت خفا ہو گئی ہیں۔ خیر، پھر کیا ہوا؟
ودوشک: پھر کیا ہونا تھا، مالویکا اور بکلاولکا کے پیر میں بیڑیاں ڈال کر انھوں نے اُن کو ناگ کنیاؤں کی طرح ایسے پاتال میں لے جا کر قید کر دیا ہے جہاں سورج کی کرنیں

بھی نہیں پہنچ سکتیں۔

راجہ: بہت بُرا ہوا، بہت برا ہوا۔ بور سے لدے آم کے ساتھ رہنے والی میٹھی بولی بولنے والی کوئل اور بھنوری دونوں کو تیز پروائی اور بے وقت کی بارش نے پیڑ کے کھو کھلے تنے میں بند کر دیا ہے۔ بتاؤ اب انھیں چھڑانے کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟

وِدوشک: تدبیر کیا ہوگی! تہ خانے کے اس بھنڈار کی نگرانی کرنے والی، مادھویکا سے دیوی نے یہ کہہ دیا ہے ان بدنصیبوں یعنی مالویکا اور بکلاولکا کو بغیر میری انگوٹھی دیکھے کبھی نہ چھوڑنا۔

راجہ: (لمبی سانس بھرتے ہوئے کچھ سوچ کر) کیوں دوست، اب کیا کیا جائے؟

وِدوشک: (سوچ کر) ایک ترکیب ہے۔

راجہ: وہ کیا؟

وِدوشک: (ادھر ادھر دیکھ کر) کوئی چھپ کر سُن رہا ہو۔ آئیے، کان میں بتاتا ہوں (پاس آکر کان میں) یہ ہو سکتا ہے (کان میں بات کہتا ہے)

راجہ: (خوش ہوتے ہوئے) بہت عمدہ۔ بس کر ہی ڈالو۔

پرتی ہاری: (آکر) دیو! اس وقت مہارانی ہوا محل میں پلنگ پر بیٹھی ہوئی ہیں ان کے پیر میں لال چندن لگا ہوا ہے۔ داسیاں پیر کو سنبھالے ہوئے ہیں اور بھگوتی جی کتھا سُنا کر ان کا جی بہلا رہی ہیں۔

راجہ: تو ہمارے لیے وہاں جانے کا اچھا موقع ہے۔

وِدوشک: اچھا آپ چلیے۔ میں بھی ہاتھ میں کچھ نذرانہ لے کر مہارانی کو دیکھنے آرہا ہوں۔

راجہ: جے سینا کو بھی اپنی ساری بات سمجھا دو۔

وِدوشک: اچھا۔ (جے سینا کے کان میں) دیکھو ایسے کرنا (کان میں سب بتا کر چلا جاتا ہے)

راجہ: جے سینا! ہوا محل تک لے چلو۔

پری ہاری: ادھر سے آئیے، دیو، ادھر سے۔

(پلنگ پر بیٹھی ہوئی دیوی نظر آتی ہیں۔ قریب ہی بھگوتی اور بہت سی کنیزیں بیٹھی ہیں)

دھارنی: یہ تو بڑی دلچسپ کہانی کہی آپ نے۔ ہاں بھگوتی، تو آگے کیا ہوا؟

بھگوتی: (نگاہیں گھما کر) دیوی! اب اس سے آگے پھر کبھی کہوں گی۔ لیجیے، دِودِشا کے مہاراج آرہے ہیں۔

دھارنی: ارے، سوامی (اٹھنا چاہتی ہے)

راجہ: بس، بس، اخلاق دکھانے کی تکلیف نہ کرو۔ سونے کے تخت پر رکھے ہوئے اپنے اُس چوٹ لگے ہوئے پیر کو تکلیف دے کر مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ جو بے سبب ہی بچھوؤں کا دکھ سہہ رہا ہے۔

دھارنی: جے ہو۔ آریہ پُتر کی جے ہو۔

بھگوتی: آپ کی وجے ہو دیو!

راجہ: (بھگوتی کو پرنام کر کے بیٹھتے ہوئے) کہو دیوی! کچھ تکلیف کم ہوئی۔

دھارنی: ہاں، آج تو بہت کم ہے۔

(اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کو جنیئو سے باندھے ہوئے گھبرایا ہوا ودوشک آتا ہے)

ودوشک: ارے بچائیے مہاراج! بچائیے۔ مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے۔

راجہ: یہ تو غضب ہو گیا۔ کہاں گھوم رہے تھے؟

ودوشک: میں دیوی کو دیکھنے کے لیے آرہا تھا تو سوچا انھیں نذر کرنے کے لیے دو چار پھول لیتا چلوں۔ اسی غرض سے آرام باغ چلا گیا تھا۔

دھارنی: ہائے ہائے! میری ہی وجہ سے بیچارے برہمن کی جان خطرے میں پڑ گئی۔

ودوشک: وہاں جیسے ہی میں نے اشوک کے پھولوں کا خوشہ توڑنے کے لیے اپنا داہنا ہاتھ پھیلایا ویسے ہی پیڑ کے کھوکھلے میں سے نکل کر سانپ کی شکل میں موت نے آکر مجھے ڈس لیا۔

یہ دیکھیے اس کے دانتوں کے نشان۔ (نشان دکھاتا ہے)

بھگوتی: سانپ کے ڈسنے پر پہلا کام جو کیا جاتا ہے وہ کر ڈالو۔ جہاں سانپ نے کاٹا ہو اس حصہ کو کاٹ دیا جائے یا جلا دیا جائے یا زخم میں سے خون نکال دیا جائے تو مار گزیدہ کی جان بچ سکتی ہے۔

راجہ: اب تو زہر اتارنے والے وید آئیں تب ہی کام چل سکتا ہے۔ جے سینا! جاؤ فوراً دھروسدھی کو تو بلا لاؤ۔

کنیز: جیسا دیو کا حکم۔

ودوشک: ہائے ہائے! یہ ظالم موت آکر مجھے پکڑ بیٹھی ہے۔

راجہ: گھبراؤ مت۔ کیا پتہ سانپ زہریلا نہ رہا ہو۔

ودوشک: کیسے نہ گھبراؤں۔ میرا تو عضو عضو جکڑا جا رہا ہے۔

(زہر چڑھنے کی اداکاری کرتا ہے)

دھارنی: ہائے افسوس! اس کی حالت بگڑتی ہی جا رہی ہے کوئی سنبھالو اس برہمن کو۔

(بھگوتی گھبرا کر سنبھالتی ہے)

ودوشک: (راجہ کی طرف دیکھ کر) دیکھیے میں بچپن سے آپ کا پیارا دوست رہا ہوں۔ میری اکیلی ماں کی دیکھ بھال کرتے رہیے گا۔

راجہ: ڈرو مت گوتم۔ حوصلہ رکھو۔ ابھی وید تمھیں اچھا کر دیں گے۔

جے سینا: (واپس آکر) دیو! میں نے دھروسدھی کو آپ کا حکم سنا دیا۔ انھوں نے کہا ہے کہ یہیں لے آیا جائے۔

راجہ: تو انھیں سنبھال کر ان کے پاس لے چلو۔

جے سینا: اچھا!

ودوشک: (دھارانی کو دیکھ کر) دیوی! کون جانے میں اب زندہ بچوں گا یا نہیں۔

آپ کی خدمت کرتے ہوئے مجھ سے اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معاف کیجیے گا۔

دھارنی: بھگوان کرے تم بہت دن زندہ رہو۔

(وِدوشک اور کنیز چلے جاتے ہیں)

راجہ: یہ بیچارہ اپنی طبیعت سے ہی اتنا ڈرپوک ہے کہ جیسا نام ویسے اوصاف رکھنے والے دھرو سدھی پر بھی اسے بھروسہ نہیں۔

جے سینا: (واپس آکر) جے ہو، سوامی کی جے ہو۔ ویدجی نے کہا ہے کہ پانی کے گھڑے کے سہارے کسی ایسی چیز سے زہر اتارا جائے گا جس میں ناگ مُدرا نگینہ جڑا ہو۔ اس لیے کوئی ایسی چیز ڈھونڈ لاؤ۔

دھارنی: لو۔لو۔ میری اس انگوٹھی میں ناگ مُدرا جڑی ہوئی ہے۔ کام ہو جانے پر مجھے ہی لوٹا دینا۔

(انگوٹھی نکال کر دیتی ہے کنیز لے کر چلتی ہے)

راجہ: جے سینا! کام ہو جانے پر فوراً اطلاع دینا۔

کنیز: جیسی دیو کی مرضی۔ (چلی جاتی ہے)

بھگوتی: میرا دل تو کہہ رہا ہے کہ گوتم کا زہر اتر گیا۔

راجہ: آپ کی ہی بات سچی ہو۔

جے سینا: (واپس آکر) دیو کی جے ہو۔ گوتم کا زہر ذرا سی دیر میں اتر گیا اور وہ بھلے چنگے ہو گئے ہیں۔

دھارنی: خیر ہوگئی۔ میں کلنک سے بچ گئی۔

کنیز: منتری واہتک نے پیغام بھیجا ہے کہ راج کے معاملات کے سلسلے میں بہت سی باتوں پر غور کرنا ہے اس لیے درشن کی اجازت چاہتا ہوں۔

دھارنی: جائیے آریہ پُتر! راج کاج دیکھیے۔

راجہ: دیوی! یہاں تو دھوپ آگئی ہے۔ ایسے مرض میں ٹھنڈ ہی اچھی ہوتی ہے! اس لیے اپنا پلنگ دوسری طرف اٹھوا لیجئے۔

دھارنی: لڑکیو! آریہ پتر جو کہہ رہے ہیں وہ کرو۔

داسیاں: بہت خوب۔

(دھارانی بھگوتی اور کنیزیں سب چلی جاتی ہیں)

راجہ: جے سینا! مجھے خفیہ راستے سے آرام باغ تو لے چلو

جے سینا: ادھر سے آئیے دیو! ادھر سے!

راجہ: جے سینا! گوتم نے اپنا کام تو پورا کر لیا ہوگا نا؟

جے سینا: جی ہاں۔

راجہ: اپنی محبوبہ کو حاصل کرنے کے لیے ہم نے جو تدبیر کی ہے اس کے پختہ ہونے پر یقین کے باوجود میرا دل شک اور بے چینی سے ایسا بھرا ہوا ہے کہ اسے ابھی تک کام بننے کے بارے میں اندیشہ لگا ہوا ہے۔

ودوشک: (آکر) مبارک ہو سرکار۔ آپ کے سب کام بن گئے۔

راجہ: جے سینا! جاؤ تم بھی اپنا کام دیکھو۔

جے سینا: جو دیو کا حکم! (چلی جاتی ہے)

راجہ: کہو گوتم! مادھویکا تو بڑی چالاک ہے! اس نے کچھ حیل حجت تو نہیں کی؟

ودوشک: دیوی کی انگوٹھی دیکھ لینے پر کیا حیل حجت کرتی؟

راجہ: میں انگوٹھی کی بات نہیں پوچھ رہا ہوں۔ اُن دونوں کو تم نے چھڑایا کیا کہہ کر؟ اس نے یہ تو پوچھا ہی ہوگا کہ اتنے خادموں کے ہوتے ہوئے بھی دیوی نے آپ ہی کو کیوں بھیجا؟

ودوشک: ہاں! یہ تو پوچھا تھا لیکن اسی وقت مجھ احمق کی عقل بیدار ہو گئی اور میرے مُنہ سے اچانک ایک اچھی بات نکل پڑی۔

راجہ: کیا؟
وِدوشک: میں نے کہا کہ جیوتشیوں نے مہاراج سے کہا ہے کہ آپ کے گرہ خراب ہیں اس لیے اس وقت سب قیدیوں کو چھوڑ دیجیے۔
راجہ: (خوش ہو کر) تب؟
وِدوشک: جب دیوی نے جیوتشیوں کی یہ بات سُنی تو انھوں نے سوچا کہ اگر ہم اپنی کنیزوں کو چھڑانے کے لیے کسی اور کو بھیجیں گے تو اراوتی برا مان جائیں گی۔ اس لیے اُن کا دل رکھنے کے لیے دیوی نے مجھے ہی بلا کر یہ کام سونپ دیا تاکہ اراوتی یہ سمجھیں کہ راجہ ہی قیدیوں کو چھڑا رہے ہیں، میں نہیں چھڑا رہی ہوں۔ مادھویکا نے اس بات پر یقین کر لیا اور انھیں چھوڑ دیا۔
راجہ: (وِدوشک کو گلے لگا کر) دوست، واقعی تم میرے بہت پیارے دوست ہو کیونکہ صرف عقل کے زور ہی سے کوئی اپنے دوستوں کا کام نہیں کر دیتا۔ اپنے سر کوئی ذمہ داری لے کر اسے تکمیل تک پہنچا دینا واقعی بڑا مشکل ہے کیونکہ وہ ذمہ داری اسی وقت پوری ہوتی ہے جب کام کرنے والا اپنے دوست سے گہری محبت رکھتا ہو۔
وِدوشک: اچھا، اب آپ جلدی سے چلیے کیونکہ میں مالویکا اور بکلاولکا کو سمندر گھر میں بٹھا کر آپ کے پاس آیا ہوں۔
راجہ: چلو، میں چل کر ابھی اسے منائے لیتا ہوں۔ چلو، آ گئے آ گئے۔
وِدوشک: آئیے آپ، (گھوم کر) یہ رہا سمندر گھر۔
راجہ: (ڈرتے ہوئے) دیکھو دوست، تمھاری دوست اراوتی کی داسی چندریکا پھول چنتی ہوئی ادھر ہی چلی آ رہی ہے چلو اس دیوار کے پیچھے چھپ رہا جائے۔
وِدوشک: ہاں، چور بدکاروں کو چندریکا (چاندنی) سے بچتے ہی رہنا چاہیے۔

(دونوں دیوار کے پیچھے چھپ جاتے ہیں)

راجہ: آؤ گوتم! اس کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھیں کہ تمہاری دوست مالویکا میرے لیے کس طرح راہ دیکھ رہی ہے۔

ودوشک: اچھا۔ (دونوں کھڑکی میں سے جھانکتے ہیں)

(بکلاولکا اور مالویکا دکھائی دیتی ہیں)

بکلاولکا: سکھی! سوامی کو پرنام کرو۔

مالویکا: آپ کو پرنام ہے۔

راجہ: معلوم ہوتا ہے وہ مالویکا کو میری تصویر دکھا رہی ہے

مالویکا: (خوشی سے دروازہ کھولتی ہے پھر افسردہ ہو کر) اچھا سکھی، تم بھی مجھے بنا رہی ہو۔

راجہ: اس وقت ان کی خوشی اور افسردگی دونوں مجھے بڑے پیارے لگتے ہیں۔ سورج کے طلوع اور غروب کے وقت کنول جیسے جیسے کھلتا اور مرجھاتا ہے ٹھیک اسی طرح کی جھلک پل بھر میں اس حسینہ کے چہرے پر نظر آئی ہے۔

بکلاولکا: لیکن تصویر میں بھی تو سوامی ہی ہیں۔

دونوں: (پرنام کرتے ہوئے) سوامی کی جے ہو۔

مالویکا: سکھی! اس دن گھبراہٹ میں میں مہاراج کو جتنا دیکھ بھی نہیں پائی ہوں اتنا ہی آج اس تصویر میں جی بھر کر مہاراج کا حسن و جمال دیکھ کر بھی میری سیری نہیں ہو رہی ہے۔

ودوشک: آپ کچھ سمجھے؟ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے حسین آپ تصویر میں دکھائی دے رہے ہیں ویسے حقیقت میں نہیں دکھائی دیتے تھے اس لیے جس طرح موتیوں کی خالی پٹاری بھی خود کو گوہر دانی کہہ کر بلا وجہ غرور کرتی ہے ویسے ہی آپ میں بھی کچھ ہے نہیں، بیکار ہی آپ اپنی جوانی کی ڈینگ مارتے ہیں۔

راجہ: دوست اپنے محبوبوں سے ملنے کے لیے بے قرار عورتیں اپنی طبیعت سے بڑی شرمیلی ہوتی ہیں۔ دیکھو، عورتیں جس مرد سے پہلے پہل ملتی ہیں اسے وہ جی بھر کر دیکھنا تو چاہتی ہیں

لیکن اُن آہو چشم حسیناؤں کی آنکھیں اپنے محبوب کی طرف ٹھیک سے اُٹھ ہی نہیں پاتیں۔

مالویکا: کیوں سکھی! یہ کون دیوی ہیں جن کی طرف منہ کر کے مہاراج بڑی پیار بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

بکلاولکا: یہ مہاراج کے پاس اراوتی جی بیٹھی ہوئی ہیں۔

مالویکا: کیوں سکھی! مہاراج کی نظرِ عنایت سب پر ایک سی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ وہ سب رانیوں کو چھوڑ کر بس ایک ہی کا منہ دیکھے جا رہے ہیں۔

بکلا: (دل میں) یہ بھولی لڑکی تصویر میں بنے مہاراج کو سچ مچ مہاراج سمجھ کر ان سے بدگمان ہوئی جا رہی ہے۔ اچھی بات ہے میں بھی اسے بتاتی ہوں (بظاہر) سکھی! یہی تو مہاراج کی محبوب رانی ہیں۔

مالویکا: تب میں کیوں تل تل اپنا بدن جلاؤں (حسد سے منہ پھیر لیتی ہے)

راجہ: دیکھو دوست! اس نے غصہ اور رشک سے اپنا منہ پھیر لیا ہے۔ ابرو پر بل آجانے کی وجہ سے ہٹی ہوئی اس کی بندی اور پھڑکتے ہوئے نچلے ہونٹ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے جیسے سوامی کی غلطی پر روٹھنے کی جو تربیت اُس نے اپنے گرو سے حاصل کی ہے اسی کی اداکاری کر کے دکھا رہی ہو۔

ودوشک: تو چلیے، اب منانے کے لیے تیار ہو جائیے۔

مالویکا: آریہ گوتم بھی تو بیٹھے یہاں ان کی سیوا کر رہے ہیں۔

(وہاں سے کہیں اور ہٹ جانا چاہتی ہے)

بکلا: (مالویکا کو روک کر) ارے، تم کہیں روٹھ کر تو نہیں جا رہی ہو؟

مالویکا: اگر تم سمجھتی ہو کہ میں بہت زیادہ ناراض ہی رہتی ہوں تو لو میں سچ مچ روٹھی جاتی ہوں۔

راجہ: (قریب آکر)

او کمل نینی!

اس تصویر میں جو انداز نظر آتا ہے میرا
اُس کو دیکھ کے کیوں مجھ سے اتنی ناراض ہوئی جاتی ہو
یہ تنہا داس تمہارا آج تمہارے آگے حاضر ہے۔

بکلا: جے ہو۔ سوامی کی جے ہو۔

مالویکا: (دل میں) تو کیا میں سچ مچ تصویر میں بنے ہوئے سوامی سے روٹھی ہوئی تھی؟

(شرما کر ہاتھ جوڑتی ہے۔ راجہ پیار سے بے چین ہونے کی اداکاری کرتے ہیں)

راجہ: آپ چپ چاپ کیوں کھڑے ہیں۔

راجہ: بھائی، تمہاری سہیلی پر بھروسہ نہیں ہو رہا ہے۔

ودوشک: کیوں، اُن پر بھروسہ کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

راجہ: سنو،

یہ میری آنکھوں میں بیٹھے بیٹھے ہی پل بھر میں
اوجھل ہو جاتی ہیں
اور کبھی میری باہوں میں آکر بھی
اچانک مجھ سے دور نکل جاتی ہیں
یہ کیسی ملن کی مایا ہے جس میں پریم نے
میرے دل کو پھنسایا ہے
اس مایا میں کیسے میرے بیمار محبت دل کو
ان پہ بھروسہ ہو!

بکلا: سکھی! تم نے مہاراج کو بہت پریشان کیا ہے اب کچھ ایسا کرو کہ وہ تم پر اعتبار کرنے لگیں۔

مالویکا: سکھی! مجھ بد نصیب کی تو خواب میں بھی مہاراج سے ملاقات نہیں ہوئی۔

بکلا: مہاراج، اس کا جواب تو آپ ہی دے سکتے ہیں۔

راجہ: جواب کیا، میں تمھاری سہیلی سے خدمت نہیں کرانا چاہتا۔ میں تو عشق کی آگ کو گواہ بنا کر تنہائی میں ہی ان کی خدمت کرنے کے لیے خود کو ان کے ہاتھوں سونپے دیتا ہوں۔

بکلا: بہت شکر گزار ہوں۔

وِدوشک: (ڈر کر گھبراہٹ کے ساتھ) ارے بکلاولکا! دیکھ دیکھ! اشوک کے ان ننھے ننھے پتوں کو ہرن چرے جا رہا ہے۔ چل اسے بھگا تو دیں۔

بکلا: چلیے۔ (جانا چاہتی ہے)

راجہ: دیکھو دوست! تم اسی طرح ہوشیاری سے ہماری دیکھ بھال کرتے رہنا۔

وِدوشک: کیا یہ بات بھی گوتم کو سمجھانی ہوگی؟

بکلا: (گھوم کر) ارے گوتم! میں ادھر چھپ کر بیٹھتی ہوں، تم دروازے پر جا کر نگہبانی کرو۔

وِدوشک: اچھی بات ہے۔

(بکلاولکا چلی جاتی ہے)

وِدوشک: تب تک اس پتھر کے کھمبے کے سہارے بیٹھتا ہوں۔ (بیٹھتا ہے) واہ! کیا ٹھنڈا اور چکنا پتھر ہے۔

(اونگھنے لگتا ہے)

(مالویکا ڈری ڈری سی کھڑی رہتی ہے)

راجہ: اے حسینہ!

میرے گلے لگنے سے ڈرو مت
جانے کتنے دن سے
میں تم سے ملنے کو تھا بے تاب
دیکھو، مادھوی بیل جس طرح

آم کے پیڑ سے جا کے لپٹ جاتی ہے
یوں ہی، تم بھی آؤ
مجھ سے لپٹ جاؤ

مالویکا: مجھے مہارانی سے بڑا ڈر لگتا ہے اسی لیے خواہش کے باوجود ایسا نہیں کر پا رہی ہوں۔

راجہ: ارے پیاری، ڈرنے کی کیا بات ہے؟

مالویکا: (طعنہ دیتے ہوئے) آج جو خود کو نڈر ظاہر کر رہے ہیں ان مہاراج کی ہمت اس دن دیوی اراوتی جی کے آجانے پر میں اچھی طرح دیکھ چکی ہوں۔

راجہ: اے بمبا سے لال لبوں والی محبوبہ
عاشق ظاہر میں تو سبھی سے پیار کا سوانگ رچاتے ہیں
لیکن اے میری ہرن جیسی آنکھوں والی
میری جان تو تم کو پانے ہی کی تمنا پر
قائم ہے۔
سو اتنے دن سے جو غلام تمھارے عشق میں غرق ہے اس پر عنایت کرو۔
(گلے لگنے کو بڑھتے ہیں، مالویکا اداکاری کر کے اپنے آپ کو چھڑاتی ہے)

راجہ: (دل میں)
نئی نویلی، کامنیوں کے ناز و ادا
کتنے دلکش ہیں
کانپ رہے ہیں نازک ہاتھ
چنچل انگلیوں سے کھیل رہی ہیں وہ
کردھنیوں کی ڈوری سے
جب میں زور لگا کر انھیں گلے لگانا چاہوں

دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ ڈھک لیتی ہیں
جب میں ان کی لمبی پلکوں والی پیاری آنکھوں والا پیارا چہرہ
چومنے بڑھتا ہوں
تو اپنا چہرہ پیچھے کر لیتی ہیں
اس ہاتھا پائی میں یوں تو کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا میرے،
پھر بھی
مجھ کو لطف ایسا ہی ملتا ہے جیسے
میرے سارے ارمان نکلتے جاتے ہیں

(اراوتی اور نپونکا آتی ہیں)

اراوتی: کیوں ری نپونکا! کیا چندریکا نے سچ سچ تجھ سے کہا تھا کہ آریہ گوتم سمندر گھر کے باہر اکیلے سوئے ہیں۔

نپونکا: میں مالکن سے جھوٹ تھوڑا ہی بولتی!

اراوتی: تو چلو، وہیں چل کر اپنے دوست دو دشنک سے پوچھ لیا جائے کہ اب وہ ٹھیک ہو گئے ہیں یا نہیں۔

نپونکا: مالکن! آپ کچھ اور کہنا چاہتی ہیں۔

اراوتی: ہاں، یہی کہ وہاں چل کر تصویر میں بنے ہوئے آریہ پتر کو بھی راضی کر لیا جائے۔

نپونکا: تو آپ چل کر مہاراج ہی کو کیوں نہیں منا لیتیں؟

اراوتی: اری پگلی! دوسروں سے محبت کرنے والے آریہ پتر ہمارے لیے ویسے ہی ہیں جیسے اُن کا دوست۔ اس دن میں نے اُن کے خوشامد کرنے پر بھی ان کی بات نہ مان کر جو بے مروّتی کی تھی اسی کو دھونے کے لیے میں یہ سب کر رہی ہوں۔

نپونکا: ادھر سے آیئے مالکن، ادھر سے!

(دونوں مڑتی ہیں)

چیٹی: (آکر) جے ہو، مالکن کی جے ہو۔ مہارانی نے کہلایا ہے کہ اب ہم لوگوں کو مہاراج سے روٹھا نہیں رہنا چاہیئے۔ میں نے تمھاری بات رکھنے کے لیے مالویکا اور اس کی سہیلی کو قید کر رکھا ہے۔ اگر آریہ پتر کو ملنے کی بات تمھیں بھی پسند ہو تو میں اس کی تدبیر کروں۔ تمھاری جو مرضی ہو اس کی مجھے اطلاع دینا۔

اراوتی: دیکھو، مہارانی سے جا کر کہہ دینا کہ ان سے کام کرانے والے ہم کون ہوتے ہیں۔ اپنی داسیوں کو قید کر کے انھوں نے مجھ پر بڑی عنایت کی ہے۔ ان کی مہربانی نہ ہو تو ہم لوگوں کی اتنی عزت کیسے ہو۔

چیٹی: بہت خوب (چلی جاتی ہے)

نپونکا: (گھوم کر دیکھتے ہوئے) یہ دیکھیے مالکن جیسے بازار میں لیٹا ہوا سانڈ نیند لیتا ہے ویسے آریہ گوتم بھی سمندر گھر کے دروازے پر بیٹھے سو رہے ہیں۔

اراوتی: یہ تو بڑا برا ہوا کہیں زہر کا اثر ابھی باقی نہ رہ گیا ہو۔

نپونکا: لیکن ان کا چہرہ تو بہت بحال دکھائی دے رہا ہے پھر دھروسدھی نے خود ان کا زہر اتارا ہے اس لیے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔

ودوشک: (نیند میں بڑبڑاتے ہوئے) او دیوی مالویکا!

نپونکا: سنا مالکن! اپنا کام کرانے کے لیے اس بدنصیب کا کون اعتبار کرے گا۔ ہمیشہ تو یہ آپ کے دیے ہوئے پوجا کے لڈوؤں سے پیٹ بھرتا رہتا ہے اور آج خواب میں سوجھ رہی ہے اسے مالویکا۔

ودوشک: تم اراوتی سے بھی آگے بڑھ جاؤ۔

نپونکا: یہ تو بڑی بری بات ہے سانپ سے ڈرنے والے اس برہمن کو اب اسی سانپ جیسی ٹیڑھی لکڑی سے آڑ میں کھڑی ہو کر ڈراتی ہوں۔

اراوتی: ایسے احسان فراموش کے ساتھ ایسی ہی مکاری کرنی چاہیئے۔

(نپونکا ودوشک کے اوپر لکڑی گرا دیتی ہے)

ودوشک: (اچانک جاگ کر) ہائے ہائے، ارے دوست! میرے اوپر سانپ آگرا ہے۔

راجہ: (اچانک آگے بڑھ کر) ڈرو مت، دوست، ڈرو مت!

مالویکا: (پیچھے پیچھے) سوامی! ایسے نہ جایئے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ سانپ ہے۔

اراوتی: ہائے رے! سوامی ادھر ہی دوڑے آرہے ہیں۔

ودوشک: (ہنس کر) ارے! یہ تو لکڑی ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ میں نے کیتکی کے کانٹے سے سانپ کے دانتوں کا نشان بنا کر جو سانپ پر الزام لگایا تھا اسی کا پھل مجھے مل رہا ہے۔

بکلاولکا: (پردہ ہٹاتے ہوئے آکر) سوامی! اُدھر نہ جایئے۔ وہاں ٹیڑھا ٹیڑھا رینگتا ہوا کچھ سانپ جیسا دکھائی دے رہا ہے۔

اراوتی: (کھمبے کے پیچھے سے نکل کر راجہ کے قریب آتے ہوئے) کہیے! دن میں ملنے کا اشارہ کرنے والے جوڑے کے دل کی مراد پوری ہو گئی نا!

(سب اراوتی کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں)

راجہ: پیاری! یہ تم کیسی عجیب بات کر رہی ہو؟

اراوتی: بکلاولکا! تجھے مبارک ہو کہ ان دونوں کو ملانے کا جو تو نے عہد کیا تھا وہ آج پورا ہو گیا۔

بکلا: ناراض نہ ہوں مالکن، میں نے کیا کیا ہے؟ دیو سے ہی پوچھ لیجئے بھلا زمین پر پانی برسانے کے لیے دیو مینڈھکوں کی ٹرٹر کا انتظار تھوڑا ہی کرتے ہیں۔

ودوشک: جی ایسا نہ کہیے! اُس دن مہاراج آپ کے قدموں پر گرے، ہاتھ جوڑے، لیکن آپ ٹس سے مس نہ ہوئیں، خفا ہو کر چل دیں اور ادھر مہاراج کی بھلمنساہت دیکھیے آپ کو دیکھتے ہی انھوں نے گزشتہ ساری باتیں اٹھا کر ایک طرف رکھ دیں پھر بھی آپ

ابھی تک کشیدہ ہیں۔

اراوتی: کشیدہ ہو کر بھی میں ان کا کیا کرلوں گی؟

راجہ: لیکن بلا وجہ روٹھنا بھی تو تمھیں زیب نہیں دیتا حسینہ! بتاؤ تو اس سے پہلے بھی کیا کبھی تمھارا چہرہ بغیر کسی سبب کے لمحہ بھر کے لیے بھی سُرخ ہوا ہے؟ بھلا بتاؤ، گرہن کی رات آئے بغیر ہی کیا کبھی چاند گرہن لگ سکتا ہے؟

اراوتی: یہ تو آریہ پُتر نے ٹھیک کہا کہ میں بغیر کسی وجہ کے ناراض رہی ہوں۔ ہمارے سوامی کہیں اور دل لگائیں اور اُس پر ہم روٹھنے لگیں، یہ تو واقعی جگ ہنسائی کی بات ہوگی۔

راجہ: تم تو سب باتیں اُلٹی ہی سمجھتی ہو۔ مجھے تو واقعی اس میں ناراض ہونے کی کوئی بات دکھائی نہیں دیتی کیونکہ میں نے توان دونوں کو اسی لیے چھوڑ دیا کہ جشن اور تیوہار کے دن اپنے خادموں کو خطا کرنے پر بھی قید کرکے نہیں رکھنا چاہیئے۔ وہاں سے چھوٹنے پر یہ دونوں مجھے پرنام کرنے کے لیے یہاں چلی آئی تھیں۔

اراوتی: نپونکا! جاؤ تو، مہارانی سے کہو کہ آپ ہمیں جتنی عزت اور مرتبہ دیتی ہیں وہ آج ہم نے دیکھ لیا۔

نپونکا: بہت اچھا (چلی جاتی ہے)

ودوشک: (دل میں) ارے یہ تو سب معاملہ ہی گڑبڑ ہو گیا۔ پنجرے سے نکلا ہوا کبوتر بلّی کے سامنے آپڑا ہے۔

نپونکا: (آکر علاحدہ) مالکن! ابھی مادھویکا مجھے ملی تھی۔ اس نے بتلایا کہ یہ ساری بات یوں ہوئی ہے (کان میں بتاتی ہے)

اراوتی: (دل میں) سمجھ گئی۔ یہ سب اس برہمن پوت کی کرتوت ہے (ودوشک کو دیکھ کر بظاہر) یہ سب اسی محبت کی حکمت عملی کے ماہر مدبّر کی تدبیر ہے۔

ودوشک: دیوی! اگر میں حکمت عملی کا ایک حرف بھی پڑھا ہوا ہوتا تو کیا مہارانی جی
کو میں کبھی ایسے پھنسنے دیتا۔

راجہ: (دل میں) اب اس مصیبت سے نجات کی کیا صورت ہو؟

جے سینا: (آکر) دیو! کماری وشولکشمی گیند کے پیچھے دوڑ رہی تھیں کہ اتنے میں ایک
پیلے رنگ کا بندر وہاں آپہنچا۔ اسے دیکھ کر کماری بہت ڈر گئی ہیں اور دیوی کی گود میں
پڑی ہوئی، آندھی سے ہلتے پتے کی طرح تھر تھر کانپ رہی ہیں۔ ابھی تک انھیں ہوش
نہیں آیا ہے۔

راجہ: بڑا برا ہوا یہ تو۔ بڑا برا ہوا۔ بچے تو قدرتی طور پر خودًا خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔

اراوتی: (گھبرا کر) چلیے، آریہ پتر! جلدی چل کر اسے سنبھالیے۔ کہیں اس گھبراہٹ میں
اُسے اور کچھ نہ ہو جائے۔

راجہ: میں چل کر ابھی اسے ہوش میں لاتا ہوں۔ (جلدی سے مڑتے ہیں)

ودوشک: واہ رے پیلے بندر۔ واہ! آج تو تم نے ہمارے مہاراج کو سچ مچ بچا ہی لیا۔

(راجہ، ودوشک، اراوتی، نپونکا، کنیز سب چلے جاتے ہیں)

مالویکا: سکھی! جب مہارانی کا دھیان آتا ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔
اب نہ جانے کیا کیا سزا بھگتنی قسمت میں لکھی ہے۔

(پس منظر سے)

بڑا تعجب ہے، بڑی حیرت ہے، ابھی اس سنہرے اشوک کے چاہ پورے ہوئے
پانچ راتیں بھی نہیں گزریں کہ اس میں کلیاں پھوٹ آئی ہیں۔ چلوں، مہارانی کو بتا آؤں۔

(دونوں سُن کر خوش ہو جاتی ہیں)

بکلا: لو سکھی! تسلّی رکھو۔ دیوی جو ایک بار کہہ دیتی ہیں اس سے پیچھے
نہیں ہٹتیں۔

مالویکا: تو چلو، ہم بھی آرام باغ کی مالن کے پیچھے پیچھے وہیں چلی چلیں۔
بکلاولکا: چلو۔

(دونوں چلی جاتی ہیں)

پانچواں باب

(مالن آتی ہے)

مالن: میں نے سب گھاس پھوس نکال کر اس سنہرے اشوک کی مینڈھ اچھی طرح سے باندھ دی ہے! اب یہاں کا کام سب ٹھیک ہو گیا۔ چلوں دیوی کو بتا آؤں۔

(گھوم کر)

بھگوان نے بےچاری مالویکا کی لاج رکھ لی اُس پر ناراض بیٹھی مہارانی کو جب اشوک کے پھولنے کی خبر ملے گی تو وہ کھل اٹھیں گی۔ لیکن اس وقت مہارانی ہوں گی کہاں؟ (دیکھتے ہوئے) ارے! یہ مہارانی کے رنواس کا کُبڑا خادم لاکھ سے بند کی ہوئی پٹاری لیے ہوئے رنواس سے نکلا چلا آ رہا ہے، چلوں، اس سے پوچھ کر دیکھوں۔

(ہاتھ میں پٹاری لیے ہوئے کبڑا دکھائی دیتا ہے)

کہو! کدھر چل دیے؟

کُبڑا خادم: مدھوکریکا! عالم فاضل برہمنوں کو ہمیشہ ماہ بہ ماہ جو دکشنا دی جاتی ہے وہی بانٹنے کے لیے پروہت جی کو سونپنے جا رہا ہوں۔

مدھوکریکا: یہ دکشنا کیوں بانٹی جا رہی ہے؟

خادم: جب سے اشومیدھ یگیہ کے گھوڑوں کی حفاظت کے لیے راجکمار وسومتر سپہ سالار بنائے گئے ہیں، اسی وقت سے ان کی درازیٔ عمر کے لیے عالم برہمنوں کو چار سو طلائی سکّوں کے برابر روپیہ نذر کے طور پر دیا جاتا ہے۔

مدھوکریکا: اچھا یہ تو بتاؤ کہ مہارانی ہیں کہاں اور کیا کر رہی ہیں؟

خادم: مہارانی جی کے بھائی ویرسین نے وِدربھ سے جو پیغام بھیجا ہے اسے وہ منگل گھر میں بیٹھی اپنے منشی سے پڑھوا کر سُن رہی ہیں۔

مدھوکریکا: ودربھ کے راجہ کی کیا خبر ہے؟

خادم: مہاراج کی فتح مند فوج کے ذریعے ویرسین نے ودربھ کے راجہ پر فتح حاصل کر لی ہے اور اپنے چچازاد بھائی مادھوسین کو چھڑا لیا ہے! اس کے علاوہ انھوں نے ایک قاصد کے ہمراہ بے شمار بیش قیمت جواہرات، ہاتھی، گھوڑے، اعلیٰ درجے کے بہت سے فن کار اور خدّام، مہاراج کے پاس تحفہ کے طور پر بھیجے ہیں۔

مدھوکریکا: اچھا، جاؤ۔ تم بھی اپنا کام کرآؤ اور میں بھی اب مہارانی کے درشن کو جاتی ہوں۔

(دونوں جاتے ہیں)

درمیانی واقعہ

(پرتی ہاری یعنی کنیز آتی ہے)

کنیز: اشوک کی پوجا کی دھوم دھام میں مشغول مہارانی نے حکم دیا ہے کہ جا کر مہاراج سے کہہ دو کہ میں چاہتی ہوں کہ آرینہ پُتر کے ساتھ ہی چل کر بہار پر آئے ہوئے اشوک کا رنگ روپ دیکھوں۔ چلوں، راج سنگھاسن پر براجمان مہاراج کے پاس جاؤں۔
(گھومتی ہے)

(پس منظر میں اعلانچی)

پہلا: جے ہو، دیو کی جے ہو۔

بدھائی، مہاراج کو ہو بدھائی
آپ نے اپنی طاقت سے اقبال سے
اپنے دشمن کو پیروں تلے روند ڈالا

اے دلوں کی مرادوں کو بر لانے والے مہاراج،
آپ تو اس طرف کام کے دیوتا کی طرح
کوئلوں کی حسین کوک سنتے ہوئے
اور ودِشا کنارے کے باغوں میں
جی کو بہلا رہے ہیں، بسنت اپنا بسر اوڑھے ہیں
اُدھر آپ کا
وہ شہ زور دشمن
لبِ ورد ااستادہ پیڑوں کی مانند
جھکایا گیا ہے
اور وردا کنارے کے وہ پیڑ
کھونٹے بنائے گئے ہیں
آپ کی فوج کے جنگ جیتے ہوئے ہاتھیوں کو
باندھنے کے لیے

دوسرا:
اے دیوتاؤں کی سی شان والے مہاراج!
وِدربھا میں دو ہی بڑے واقعے،
صرف دو ہی بڑے اور اہم واقعے قابلِ ذکر ہیں
ایک تو آپ کا اس پہ لشکر کشی کر کے
وِدربھا کے راجہ کو دینا شکست
دوسرا واقعہ یہ کہ
بھگوان شری کرشن جی نے وہاں
اپنے فولاد سے بازوؤں کی مدد سے

کبھی رکمنی کو ہرا تھا
سورماؤں، شجاعوں سے جو دل میں محبت جو رکھتے ہیں
وہ سارے شاعر
انھیں دو اہم واقعوں کی کہانی
اپنے گیتوں میں اپنے قصیدوں میں
لکھ رہے ہیں

کنیز: اس باجے گاجے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاراج تخت سے اٹھ کر ادھر ہی چلے آ رہے ہیں۔ میں بھی اُن کے آگے آگے چل کر اس بھیڑ سے بچتی ہوئی کھمبے کے پیچھے چھپ جاؤں۔

(ایک طرف کھڑی ہو جاتی ہے)

(ودوشک کے ساتھ راجہ آتے ہیں)

راجہ: ایک طرف جب دھیان آتا ہے
اس جانی دلبر کا ملنا
کتنا مشکل ہے
اور اُدھر جب سنتا ہوں
میرے لشکر نے پسپا کر ڈالا ہے
ودربھا کے راجہ کو
دل میرا اس وقت
ایک ہی ساتھ افسردہ اور شاداں ہو جاتا ہے
ایسے نیل کنول کی صورت
جس پر ایک ہی ساتھ
کڑی دھوپ بھی پڑتی ہو

اور بارش کا پانی بھی،

وِدوشک: میں تو سمجھتا ہوں کہ اب آپ کو پوری طرح خوشی ہی خوشی ملے گی۔

راجہ: کیسے

وِدوشک: آج پنڈتا ٹن کوشکی سے مہارانی نے کہا تھا کہ بھگوتی، آپ کو سنگھار کرنے کے فن پر جو غرور رہے وہ آپ مالویکا کی شادی کے لیے سنگھار کر کے صحیح ثابت کیجیے! اس پر انھوں نے مالویکا کو بے حد خوبصورت انداز میں سجا دیا ہے۔ کیا خبر وہی آپ کی دلی تمنّا پوری کر دیں۔

راجہ: ہاں دوست! مہارانی دھارنی نے پہلے بھی میرے دل کی بہت سی باتیں پوری کی ہیں اس لیے یہ بھی کر دیں تو کوئی تعجب نہیں۔

کنیز: (پاس آ کر) جے ہو، سوامی کی جے ہو۔ دیوی نے کہلوایا ہے کہ میرے ساتھ چل کر اُس پھولے ہوئے سنہرے اشوک کو دیکھ کر میرے جشن کو کامیاب بنا دیجیے۔

راجہ: کیا دیوی وہیں پر ہیں؟

کنیز: جی ہاں! رنواس کی سب رانیوں کا حسب مراتب خیر مقدم کر کے وہ مالویکا اور داسیوں کے ساتھ بیٹھی مہاراج کا انتظار کر رہی ہیں۔

راجہ: (خوش ہو کر اور وِدوشک کی طرف دیکھتے ہوئے) جے سینا! چلو تو آ گئے آگے۔

کنیز: آئیے دیو، چلے آئیے! (گھومتی ہے)

وِدوشک: دیکھو دوست! ایسا لگتا ہے کہ آرام باغ میں بسنت رت کی جوانی پھر سے لوٹ آئی ہو۔

راجہ: ٹھیک کہتے ہو تم۔

یہ بسنت رُت جاتے جاتے
چاروں اور بکھیر رہی ہے
کربک کے پیارے پیارے پھول

اور ان بکھرے پھولوں سے
رُت کے پچھلے حصے میں بھی
چاہنے والوں کے بے تاب دلوں میں
اُٹھتی ہیں
جوانی کے جوشیلے جذبوں کی لہریں

ودوشک: (گھومتے ہوئے) پھولوں کے خوشوں سے لدا ہوا یہ سنہرا اشوک ایسا لگتا ہے جیسے اس کا بھی کسی نے سنگھار کر دیا ہو۔ ذرا ملاحظہ کیجئے۔

راجہ: اس اشوک کا دیر سے پھولنا اچھا ہی ہوا کیونکہ اب اس کے سامنے باغ کے تمام درختوں کا حُسن پھیکا لگنے لگا ہے۔ دیکھو۔

ایسا لگتا ہے،
جن اشوک کے پیڑوں نے
رُت کے پہلے حصے میں بہار دکھا کر
خوش خبری دی تھی
بسنت کے آجانے کی

اب ان سب نے

اپنے اپنے پھول، بہاریں اپنی
اس اشوک کے پیڑ کو دے دی ہیں
جس کے کھلنے کی

اور بہار پر آنے کی
تدبیر ہوئی تھی ابھی کچھ دن پہلے

ودوشک: ہاں، لیجئے اب آپ کا کام بن گیا کیونکہ ہم لوگوں کے یہاں آپہنچنے کے باوجود

مہارانی دھارنی مالویکا کو اپنے پاس ہی بیٹھے رہنے کے لیے کہہ رہی ہیں۔
راجہ: (خوش ہو کر) دیکھو دوست!

میرے سواگت کے لیے
کھڑی مہارانی کے پیچھے استادہ
وہ میری دلبر مالویکا
ایسی لگ رہی ہے جیسے
دھرتی کے پیچھے
راج لکشمی کھڑی ہوئی ہو

(دھارنی، مالویکا، بھگوتی اور ان کی داسیاں نظر آتی ہیں)

مالویکا: (دل میں) میں اس بناؤ سنگھار کا مطلب تو سمجھ رہی ہوں پھر بھی نہ جانے کیوں میرا دل کمل کی پتی پر پڑے ہوئے پانی کے قطرے کی طرح ابھی تک کانپ رہا ہے لیکن میری بائیں آنکھ بھی آج بہت پھڑک رہی ہے۔
ودوشک: دیکھو دوست! شادی کے سنگھار میں مالویکا کا حسن کتنا نکھر آیا ہے۔
راجہ: ہاں، دیکھ تو رہا ہوں۔

سر پر چھوٹی سی
باریک چنریا اوڑھے
سر سے پیر تک
البیلے سنگھاروں سے سجی ہوئی
یہ مالویکا
ایسی لگتی ہے جیسے
چیت ماہ کی رات

کہ جس میں

کُہراہٹ جانے سے تارے کھِل آئے ہوں

اور ذرا ہی دیر کے بعد

مہتاب نکلنے والا ہو

دھارنی: (پاس آکر) جے ہو۔ آریہ پُتر کی جے ہو۔

ودوشک: آپ کو مبارک ہو۔

بھگوتی: دیوی کی جے ہو۔

راجہ: پرنام کرتا ہوں بھگوتی۔

بھگوتی: آپ کے دل کی مراد پوری ہو۔

دھارنی: (مسکرا کر) آریہ پُتر لیجئے یہ آپ کے لیے اشوک کا ایسا ملاقات گھر بنا دیا گیا ہے جہاں آپ حسیناؤں سے تنہائی میں مل سکتے ہیں۔

ودوشک: لیجئے مہاراج! دیوی نے تو آپ کی دل کی تمنا پوری کر دی۔

راجہ: (شرما کر اشوک کے چاروں طرف گھومتے ہیں) دیوی کے ہاتھوں اس اشوک کے پیڑ کی ایسی ہی قدر ہونی چاہیئے کیونکہ یہ بھی بسنت رُت کی لکشمی کا کہنا مان کر اور بسنت رُت میں بہار پر نہ آکر دیوی کے جتن کرنے سے فوراً پھول اُٹھا ہے۔

ودوشک: اب آپ ذرا جی کو سنبھال کر اس حسین دوشیزہ کو دیکھیے۔

دھارنی: کسے؟

ودوشک: دیوی! اس سنہرے اشوک کے پھولوں کی زینت کو۔

(سب بیٹھ جاتے ہیں)

راجہ: (مالویکا کو دیکھ کر دل میں) اتنے قریب رہتے ہوئے بھی الگ بیٹھنا کتنا اذیت دیتا ہے۔ چکوے اور چکوی کی طرح اتنے قریب بیٹھے ہوئے بھی ہم دونوں کو رات کی شکل

اختیار کیے ہوئے یہ دھارنی ملنے نہیں دے رہی ہے۔

کنچکی: (پاس آکر) دیو کی جے ہو۔ منتری جی نے پیغام بھیجا ہے کہ ودربھ سے فنون لطیفہ میں طاق جو دو عورتیں تحفہ کے طور پر آئی تھیں اس وقت تھکے ہوئے ہونے کی وجہ سے مہاراج کے پاس نہیں لائی جا سکتی تھیں اب وہ مہاراج کے حضور پیش کی جا سکتی ہیں دیو کا حکم ہو تو حاضر کیا جائے۔

راجہ: لے آؤ۔

کنچکی: جیسا دیو کا حکم (باہر جا کر ان دونوں کو ساتھ لے کر آتا ہے) ادھر آئیے آپ لوگ، ادھر سے۔

پہلی عورت: (علاحدہ) سکھی مدنکا! ہم پہلے کبھی اس راج دربار میں نہیں آئے ہیں پھر بھی نہ جانے کیوں یہاں آتے ہی ہمارا دل باغ باغ ہوا جا رہا ہے۔

دوسری عورت: جیوتسنکا! کہا جاتا ہے کہ اپنا دل آئندہ خوشی اور غم دونوں ہی کی خبر دے دیتا ہے۔

پہلی: بھگوان کرے وہ کہاوت آج سچ ہو جائے۔

کنچکی: دیکھیے، یہ مہارانی کے ساتھ مہاراج تشریف رکھتے ہیں۔ آپ دونوں آگے بڑھ جائیے۔

(دونوں آگے بڑھ جاتی ہیں)

(مالویکا اور بھگوتی ان دونوں کنیزوں کو دیکھ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتی ہیں)

دونوں: (پرنام کر کے) جے ہو، سوامی کی جے ہو، جے ہو، مہارانی کی جے ہو۔

(راجہ کے کہنے سے دونوں بیٹھ جاتی ہیں)

راجہ: آپ لوگوں کو کون سا ہنر آتا ہے۔

دونوں: سوامی! ہم لوگوں نے موسیقی سیکھی ہے۔

راجہ: لو دیوی، ان میں سے جسے چاہو اپنی خدمت کے لیے منتخب کر لو۔

دھارنی: مالویکا! ادھر دیکھو۔ سنگیت میں تمھارا ساتھ دینے کے لیے ان دونوں میں سے تمھیں کون سی پسند ہے

دونوں: (مالویکا کو دیکھ کر) ارے راج کماری! جے ہو راج کماری جے ہو۔

(پرنام کر کے۔ مالویکا سے گلے مل کر رونے لگتی ہیں)

(سب حیرت سے دیکھتے ہیں)

راجہ: آپ لوگ کون ہیں اور یہ کون ہیں؟

دونوں: سوامی! یہ ہماری راج کماری ہیں۔

راجہ: کیسے؟

دونوں: سنیے سوامی! آپ کی فاتح فوج نے ودربھ کے راجہ کو شکست دے کر جن کمار مادھو سین کو قید سے چھڑایا ہے یہ انھیں کی چھوٹی بہن مالویکا جی ہیں۔

دھارنی: ارے! تو کیا یہ راج کماری ہیں۔ میں نے واقعی صندل سے کھڑاؤں کا کام لے کر بڑا پاپ کیا ہے۔

راجہ: تو وہ اس شکل میں یہاں کیسے آگئیں؟

مالویکا: (لمبی سانس بھر کے دل ہی دل میں) تقدیر کی گردش سے۔

دوسری: سنیے مہاراج۔ جب راج کمار مادھو سین کو ان کے چچا زاد بھائی نے پکڑ لیا تھا تو ان کے منتری آریہ سمتی جی انھیں ہم لوگوں سے ہٹا کر خفیہ طور پر یہاں لے آئے تھے۔

راجہ: یہ تو میں پہلے سن چکا ہوں۔ اس کے بعد کیا ہوا؟

دوسری: اس کے بعد کی بات کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتی سوامی۔

بھگوتی: اس کے بعد کی کہانی میں بدنصیب سناتی ہوں۔

دونوں: راج کماری! یہ تو کوشکی جی کی سی آواز لگ رہی ہے۔ یہ وہی ہیں کیا۔

مالویکا: اور کیا۔
دونوں: سنیاسی کا بھیس بنا لینے سے کوشکی جی بڑی مشکل سے پہچان میں آتی ہیں آپ کو پر نام ہے بھگوتی۔
بھگوتی: تم دونوں شاد آباد رہو۔
راجہ: کیوں، کیا یہ بھی آپ کی چیلیاں ہیں؟
بھگوتی: جی ہاں ہیں تو۔
ودوشک: تب آپ ہی ان کی پوری کہانی سنا ڈالیے۔
بھگوتی: (غمگین ہو کر) تو سنیے! مادھوسین کے منتری سُمتی میرے بڑے بھائی تھے۔
راجہ: اچھا، سمجھ گئے۔ ہاں تب کیا ہوا؟
بھگوتی: مادھوسین کے پکڑے جانے پر ان کے بھائی آپ کے ساتھ ان کی شادی کرنے کے خیال سے انھیں اور مجھے ساتھ لے کر ودشا کی طرف آتے ہوئے تاجروں کے ایک گروہ کے ساتھ ہو لیے تھے۔
راجہ: پھر، پھر کیا ہوا؟
بھگوتی: تھوڑی دور تک کھلی سڑک پر چلنے کے بعد انھیں جنگل میں ہو کر جانا پڑا۔
راجہ: تب کیا ہوا؟
بھگوتی: پھر کیا ہوا؟ اچانک کندھوں پر ترکش ڈالے پیٹھ پر لمبے لمبے پنکھ باندھے اور ہاتھ میں کمانیں لیے ہوئے کچھ ڈاکو اس طرح للکارتے ہوئے ہم پر ٹوٹ پڑے کہ ان سے لڑ کر جیتنا مشکل ہو گیا۔

(مالویکا خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرتی ہے)

ودوشک: ڈریے مت دیوی! یہ تو گزری ہوئی باتیں آپ کو سنا رہی ہیں۔
راجہ: تب، تب؟

بھگوتی: تب تھوڑی ہی دیر میں تاجروں کے ساتھ چلنے والے سورماؤں کو ڈاکوؤں نے مار بھگایا۔

راجہ: افسوس! افسوس! کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی غمناک بات آپ اور سنانے والی ہیں۔

بھگوتی: پھر میرے بھائی نے اُس مصیبت میں دشمن کے حملے سے خوف زدہ ان مالویکا جی کو بچانے کے لیے اپنی جان دے کر اپنے سوامی کا قرض چکادیا۔

پہلی: ارے! تو کیا سمتی جی مارے گئے؟

دوسری: اسی سے ہماری راج کماری بے چاری کی ایسی بُری حالت ہوئی۔

(بھگوتی رونے لگتی ہے)

راجہ: بھگوتی! سبھی برباد ہونے والے جانداروں کو یہ دنیا اسی طرح چھوڑنی پڑتی ہے اور پھر انھوں نے تو اپنے سوامی کے نمک کا حق ادا کردیا ہے اس لیے ان کی موت پر رونا نہیں چاہیئے۔ ہاں پھر کیا ہوا؟

بھگوتی: یہ دیکھ کر میں تو بے ہوش ہوگئی اور جب مجھے ہوش آیا تو دیکھتی کیا ہوں کہ مالویکا کا کہیں پتہ نہیں ہے۔

راجہ: بڑی مصیبت آپ کو اٹھانی پڑی۔

بھگوتی: جب اپنے بھائی کی لاش کا آخری سنسکار کر کے اپنی بیوگی کے دکھ کو پھر سے ہرا کر میں نے آپ کے راج میں آکر گیروے کپڑے پہن لیے۔

راجہ: شریفوں کا یہی شیوہ ہے۔ پھر کیا ہوا؟

بھگوتی: پھر ویرسین نے مالویکا کو ان ڈاکوؤں سے چھین کر یہاں مہارانی کے پاس پہونچادیا۔ یہاں مہارانی کے پاس آجانے پر ہی میں نے انھیں دیکھا۔ اتنی سی ہی میری کہانی ہے۔

مالویکا: (دل میں) دیکھیں مہاراج اب کیا کہتے ہیں۔

راجہ: دیکھیے! جب مصیبت آتی ہے تو کتنی ذلت ساتھ لاتی ہے کیونکہ جو ستی کہلانے کے قابل رانی تھی اس سے داسی کا کام لیا جا رہا تھا۔ یہ بات ایسی ہی ہے جیسے کوئی ادنی کپڑے سے بدن صاف کرنے کا کام لے۔

دھارنی: بھگوتی! یہ بات چھپا کر آپ نے اچھا نہیں کیا کہ مالویکا اتنے اعلیٰ خاندان کی ہیں۔

بھگوتی: نہیں ایسا نہ کہیے۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ سنگ دلی کا کام کیا تھا۔

دھارنی: وہ کیا بات تھی؟

بھگوتی: جن دنوں ان کے پتا زندہ تھے ان دنوں دیویاترا میں ایک ایسا سادھو آگیا جو مستقبل کی بات بتایا کرتا تھا۔ اُس نے میرے سامنے ہی کہا کہ اسے ایک سال تک تو کنیز بن کر رہنا پڑے گا لیکن اس کے بعد یہ بڑے اعلیٰ اور قابل شوہر سے بیاہ دی جائے گی۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ پیشین گوئی آپ کی خدمت کرتے ہوئے پوری ہو رہی ہے تو میں خاموش ہو گئی اور اسی لیے میں سمجھتی ہوں کہ میں نے اچھا ہی کیا۔

راجہ: یہ خاموش رہنا بہتر ہی ہوا۔

کنچکی: دیو! اس کہانی کے بیچ میں ایک بات رہ گئی ہے۔ منتری جی نے کہلایا ہے کہ ودربھ کے لیے جو انتظام کرنا تھا وہ سب کر دیا گیا ہے لیکن میں مہاراج کی خواہش بھی جان لینا چاہتا ہوں۔

راجہ: مودگلیہ! میں چاہتا ہوں کہ یگیہ سین اور مادھو سین دونوں وردا ندی کے اُتر دکھن دونوں کناروں پر اپنے اپنے الگ راج قائم کر کے ویسے ہی چین سے حکومت کریں جیسے سورج اور چاند رات اور دن کو آپس میں بانٹ کر الگ الگ چمکتے رہتے ہیں۔

کنچکی: میں منتریوں اور مشیروں سے یہی بات کہے آتا ہوں مہاراج۔

(راجہ انگلی سے اجازت دینے کا اشارہ کرتے ہیں کنچکی چلا جاتا ہے)

پہلی کنیز: (علاحدہ) راج کماری! یہ بڑی اچھی بات ہوئی کہ راج کمار کو مہاراج نے آدھا راج بخش دیا ہے۔

مالویکا: ارے اتنا ہی بہت سمجھو کہ ان کی جاں بخشی کر دی گئی۔

کنچکی: (آکر) دیو کی جے ہو۔ منتریوں نے کہلوایا ہے کہ مہاراج نے بالکل صحیح سوچا ہے اور ہم لوگوں کا بھی یہی مشورہ ہے کیونکہ جس طرح رتھ میں چلنے والے دو گھوڑے رتھ بان کے ہاتھ میں ٹھیک سے چلتے ہیں اسی طرح مہاراج کی نگرانی میں یہ دونوں بھائی بھی باہمی دشمنی چھوڑ کر دو حصوں میں بٹے اپنے اپنے راج کے دھرے کو بڑی خوشی سے اور آرام سے سنبھال سکیں گے۔

راجہ: تو جا کر منتریوں کی کونسل سے کہہ دو کہ سپہ سالار ویرسین کو لکھ بھیجیں کہ وہ ایسا ہی انتظام کر دیں۔

کنچکی: جیسا دیو کا حکم (باہر جاتا ہے اور نذر کے ساتھ ایک خط لیے ہوئے پھر واپس آتا ہے) آپ کا حکم کہہ سنایا۔ شری مان سیناپتی پشپ متر کے پاس سے نذرانے اور تحفوں کے ساتھ ایک خط بھی آیا ہے۔ اسے حضور ملاحظہ فرمالیں۔

(راجہ اٹھ کر بڑے احترام کے ساتھ نذرانے کے سامان اور خط کو لے کر

اپنے خادم کو دے دیتے ہیں، وہ اس خط کو کھولنے کی اداکاری کرتا ہے)

دھارنی: (دل ہی دل میں) اُف! میرا دل اس خط کی تحریر سننے کو بے قرار ہے۔ بدگو کی خیریت کا حال سن کر پھر وسومتر کا حال سنوں گی۔ سپہ سالار نے میرے بچہ کو بڑے خطرے کا کام سونپ دیا ہے۔

راجہ: (بیٹھ کر بڑے احترام سے خط لے کر پڑھتے ہیں) آپ کا بھلا ہو۔ یگیہ شالہ میں تشریف

لائے ہوئے دراز عمر بیٹے اگنی متر کو محبت سے گلے لگا کر اشومیدھ یگیہ کا فرض سنبھالے ہوئے سیناپتی پشیہ متر لکھ رہے ہیں ـــــ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اشومیدھ کی دیکشا لے کر میں نے ایک سال کی مدت مقرر کر کے جو آزاد گھوڑا چھوڑا تھا اور جس کی حفاظت کے لیے سیکڑوں راج کماروں کے ساتھ وسومتر کو بھیجا تھا، وہ گھوڑا جب سندھ ندی کے دکھن کنارے پر چر رہا تھا تو شہ سوار دستے کے ایک جوان نے اسے پکڑ لیا اس پر دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔

(دیوی غمگین ہونے کی اداکاری کرتی ہیں)

راجہ: ارے! کیا یہاں تک بات پہنچ گئی؟ (باقی حصہ پھر پڑھتا ہے) پھر کمان لگائے ہوئے وسومتر نے بڑی بہادری کے ساتھ دشمنوں کو مار بھگایا اور چھینے ہوئے گھوڑوں کو پھر سے حاصل کر لیا۔

دھارنی: اب میری جان میں جان آئی۔

راجہ: (خط کا بقیہ حصہ پھر پڑھتا ہے) اس لیے جیسے انشومان کے ذریعے چھوڑا ہوا گھوڑا چھڑانے پر سگر نے یگیہ کیا تھا اسی طرح میں بھی یگیہ کر رہا ہوں۔ لہٰذا تم فوراً اطمینان کے ساتھ بہوؤں کو لے کر یگیہ دیکھنے کے لیے چلے آؤ۔ فقط

راجہ: بڑا اکرم ہو گیا مجھ پر۔

بھگوتی: بیٹے کی فتح یابی پر آپ دونوں کو مبارکباد۔ دیوی ابھی تک آپ دنیا میں سب سے زیادہ قابل تعریف غیرت مند اور بہادر دیویوں کی ملکہ تھیں لیکن آپ کے بیٹے نے آپ کے نام کے ساتھ اب ویرماتا کا خطاب بھی جوڑ دیا ہے۔

دھارنی: بھگوتی، مجھے تو یہی خوشی ہے کہ میرا بچہ اپنے باپ ہی کی طرح دلاور اور اولوالعزم نکلا۔

راجہ: مودگلیہ! سچ مچ اس ہاتھی کے بچے نے تو ہاتھیوں کے سردار کا کام کر ڈالا۔

کنچکی: دیو! راج کمار کی اس بہادری سے مجھے کوئی خاص حیرت نہیں ہو رہی ہے کیونکہ جیسے سمندر کو جلا ڈالنے والے بڑوانل کا جنم اُڈر و رشی سے ہوا ہے اسی طرح ان کا جنم بھی آپ سے ہوا ہے جو آج تک کسی سے نہیں ہارے ہیں۔

راجہ: مودگلیہ! جاؤ گیہ سین کے سالے کے ساتھ اور بھی جتنے قیدی ہوں سب کو چھوڑ دو۔

کنچکی: جیسا حکم مہاراج کا۔

(چلا جاتا ہے)

دھارنی: جاؤ جے سینا! اراوتی اور رنواسے کی دوسری سب رانیوں کو ہمارے بیٹے کی فتح کی خوش خبری سنا دو۔

(کنیز جانا چاہتی ہے)

دھارنی: اور سنو!

کنیز: (لوٹ کر) جی فرمائیے۔

دھارنی: (علاحدہ) دیکھو! اشوک کے پھولنے کے لیے میں نے مالویکا سے جو عہد کیا تھا وہ بات اور اس کے اعلا خاندان کی بات بتا کر میری طرف سے اراوتی سے التجا کرنا کہ دیکھو اب کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھیں کہ جس کی وجہ سے مجھے اپنے قول سے ہٹنا پڑے۔

کنیز: جو دیوی کا حکم! (باہر جا کر پھر آجاتی ہے) مہارانی! آپ کے راج کمار کی فتح کی خبر سُن کر مجھ پر انعام و اکرام کی اتنی بارش ہوئی کہ میں رنواسے کے زیورات کی پٹاری بن گئی ہوں۔

دھارنی: اس میں حیرت کی کیا بات ہے! اس میں تو ان کے اور میرے دونوں ہی کے لیے یکساں طور پر فخر کا موقع ہے۔

کنیز: (علاحدہ) مہارانی! اراوتی نے یہ بھی کہلایا ہے کہ آپ نے اپنے مرتبہ اور وقار کے شایان شان ہی بات سوچی ہے۔ جو کچھ آپ کہہ چکی ہیں اسے ضرور پورا کیجیے۔

دھارنی: آریہ سمتی نے آریہ پُتر سے مالویکا کی شادی کرانے کا جو پہلے ارادہ کر رکھا تھا
اسے میں آپ کے اتفاق رائے سے پورا کر دینا چاہتی ہوں۔
بھگوتی: اب تو آپ ہی ان کی سب کچھ ہیں۔
دھارنی: (مالویکا کا ہاتھ پکڑ کر) آریہ پُتر! راج کمار کی فتح کی خوش خبری سنانے کا یہ
پیارا انعام قبول کیجیے۔

(راجہ شرما جاتے ہیں)

دھارنی: (مسکرا کر) کیا آریہ پُتر میرا تحفہ قبول کرنا نہیں چاہتے؟
ودوشک: دیوی! یہ تو زمانے کے عام دستور پر عمل کر رہے ہیں۔ سبھی نئے دولہا
ایسے موقع پر شرمایا کرتے ہیں۔

(راجہ ودوشک کی طرف دیکھتے ہیں)

ودوشک: جن مالویکا کو مہارانی نے ہی اتنے پیار اور چاؤ سے دیوی بنا دیا ہے
انھیں مہاراج کیوں نہ قبول کریں گے!
دھارنی: ان راج کماری کے اونچے گھرانے ہی نے انھیں رانی بنایا ہے! اسے دہرانے
کی کیا ضرورت ہے۔
بھگوتی: نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ کان سے نکلے ہوئے سب سے اچھے موتی کو بھی سونے
میں جڑنے کی ضرورت تو پڑتی ہی ہے۔
دھارنی: (کچھ یاد کرتے ہوئے) معاف کیجیے گا بھگوتی! راج کمار کی اس فتح یابی کی خوشی
کے جوش میں ایک بے حد ضروری بات تو میں بھول ہی گئی۔
جے سینا اونی ریشمی جوڑا تو لے آ۔
کنیز: جیسا دیوی کا حکم! (جاتی ہے اور کپڑے لے کر واپس آتی ہے) یہ لیجیے دیوی!
دھارنی: (مالویکا کو پہنا کر) آریہ پُتر! اب انھیں قبول فرمائیے۔

راجہ: آپ جو کہیں گی وہ تو ماننا ہی پڑے گا (علاحدہ) ابھی میں تو انھیں پہلے ہی جان و دل سے قبول کر چکا ہوں۔

ودوشک: واہ! مہارانی بھی کتنی اچھی ہیں۔

(رانی داسیوں کی طرف دیکھتی ہے)

کنیز: (مالویکا کے پاس جاکر) رانی کی جے ہو!

(مہارانی بھگوتی کی طرف دیکھتی ہیں)

بھگوتی:
دیکھ کر آپ کی یہ فیاضی
کوئی حیرت نہیں ہوئی مجھ کو
کیونکہ جو عورتیں بھی دنیا میں
اپنے شوہر سے پیار کرتی ہیں
اپنے گھر میں وہ سوت لاکر بھی
اپنے شوہر کے دل کی خواہش کی
قدر اور احترام کرتی ہیں
دیکھئے یہ بڑی بڑی ندیاں
جو سمندر کی سمت جاتی ہیں
دوسری ندیوں کا پانی بھی
لے کے دے دیتی ہیں سمندر کو

نپونکا: (آکر) سوامی کی جے ہو! اراوتی جی نے کہلوایا ہے کہ میں نے مہاراج کی بات نہ مان کر جو قصور کیا تھا وہ سب جان بوجھ کر مہاراج کا کام بنانے کے لیے گویا ناٹک کیا تھا اب تو مہاراج کے دل کی مراد پوری ہو گئی ہے۔ اس لیے امید کرتی ہوں کہ آپ مجھے ضرور معاف فرما دیں گے۔

دھارنی: اری نیونکا! انھوں نے آریہ پُتر کی جو خدمت کی ہے اس کا بڑا خیال کریں گے۔

نیونکا: بے حد عنایت ہے۔

بھگوتی: دیو! اس حسین شادی کے رشتے کی بات سُن کر مادھوسین تو خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے! اسی لیے میں انھیں مبارکباد دینے کے لیے جانا چاہتی ہوں۔

دھارنی: ہمیں چھوڑ کر آپ کا جانا مناسب نہیں۔

راجہ: بھگوتی! ہم اپنے ہی خط میں آپ کی طرف سے بھی مبارکباد لکھوا کر بھجوا دیں گے۔

بھگوتی: میں تو آپ دونوں کی محبت کی زنجیر سے بندھی ہوئی ہوں ہی۔

دھارنی: آریہ پُتر! کیا میں آپ کی اور کوئی دلی تمنا پوری کر سکتی ہوں؟

راجہ: دیوی! میں تو بس اتنا ہی چاہتا ہوں کہ آپ ہمیشہ مجھ پر مہربان اور مجھ سے خوش رہیں۔ پھر بھی، اتنی مہربانی اور ہو جائے کہ:—

(دُعا)

جب تک راج کریں
اگنی متر
تب تک اُن کی رعایا پر
کوئی مصیبت، کوئی آفت
کبھی نہ آئے۔

(سب چلے جاتے ہیں)